

یہ تو ٹھیک ہے کہ نبوت محض عطیۃ الہیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کے لیے جن لوگوں کا انتخاب فرماتا رہا ہے انہیں ان خصائص و امتیازات سے مالا مال کر دیتا تھا جو عام انسانوں میں نہیں ہوا کرتے۔ چنانچہ ہر پیغمبر (علی بنینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) خلقت اور خلق کے لحاظ سے تمام انسانوں سے ممتاز اور انتہائی اعلیٰ و ارفع تھے، عقل اور ذہانت و فطانت، ذکاوتِ حس اور طہارتِ قلب وغیرہ میں وہ اپنی مثال آپ ہوا کرتے تھے۔ پس جب محمد ﷺ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ مبارکہ میں وہ خوبیاں و دیعت فرمائیں اور آپ ﷺ کو ان خصائص و فضائل سے متصف فرمایا جو دیگر انبیائے کرام میں بھی نہیں تھیں چہ جائے کہ وہ کسی عام انسان میں ہوں۔

فضیلت مجالس ذکرِ نبی ﷺ

مولود کی مجالس کا عجیب حال ہے۔ مقصدِ مجلس کے لحاظ سے دیکھیے تو فقیر کے اعتقاد میں اس سے زیادہ اہم، عظیم المنفعۃ، اور قوم کے لیے ذریعہ ارشاد و ہدایت اور کوئی اجتماع نہیں لیکن طریق انعقاد پر نظر ڈالیے تو اجتماعی مجلسی قوتوں کے ضائع کرنے کی بھی اس سے زیادہ اور کوئی افسوس ناک مثال نہیں ملے گی۔ اسلام ایک تعلیم تھی، اور اس تعلیم کا عملی نمونہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [۲۲:۳۳]

”بے شک رسول اللہ کی زندگی میں اُن لوگوں کے لیے (پیروی اور اتباع) کا ایک بہترین نمونہ ہے، جو اللہ اور یومِ آخرت سے ڈرتے اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے، اور بکثرت ذکر کرنے والے ہیں۔“

حضرت (عائشہ) سے پوچھا گیا کہ اس صاحبِ خلقِ عظیم کا اخلاق کیا تھا؟ فرمایا: خلقہ القرآن! اگر آنحضرت کا اخلاق دیکھنا ہے تو قرآن کو دیکھ لو کہ اس ”کتابِ مرقوم“ کا وہ ایک ظلِ مجسم، اور اس کے عملی نمونے کی ایک ”لوح محفوظ“ ہے۔ وفي ذلك فليتنافس المتنافسون (۱۸:۸۳) پس مولود کی مجلسوں کا اصلی مقصد یہ ہونا تھا کہ وہ اس ”اسوۃ حسنہ“ کے جمالِ الہی کی تجلی گاہ ہوتیں، آنحضرت کے صحیح حالاتِ زندگی سنائے جاتے، ان کے اخلاقِ عظیمہ اور خصائلِ کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی، اور اُن اعمال کا دلوں میں شوق و ولولہ پیدا کیا جاتا جو ایک ”مسلم و مومن“ زندگی کے کیریکٹر کا اصلی مایہِ نمیر ہیں اور جن کے اتباع نے صحابہ کرام کی زندگی کو اس درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ لسانِ الہی نے ”یکھم و یحبونہ“ کی صدائے محبت سے ان کی مدحِ سرا کی اور اتباعِ محبوب نے ان کو خود محبوب بنا دیا۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

[آل عمران ۳: ۳۱]

”اے پیغمبر! مدعیانِ محبتِ الہی سے کہہ دو کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو (اگر تم نے ایسا کیا تو تم کو اللہ کی محبت کے دعوے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ) خود اللہ تم کو اپنا محبوب بنائے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا وہ نہایت مہربان بخشنے والا ہے۔“ اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے سعادت کونین کا ذریعہ اور کیا تھا؟ یہ تمام کافر نفسیں اور انجمنیں جن کا چاروں طرف ہنگامہ پیا ہے، ایک طرف اور اُس مجلس کا ایک لحد ایک طرف، جو اس ”اسوۃ حسنہ“ کے نظارے میں بسر ہو۔ ہماری مجلسیں اسی ذکر کے لیے ہونی چاہئیں، اور ہماری آنکھیں اسی جمالِ جہاں آرا کے نظارے کے لیے:

خدا سر دے تو سودا دے تیری زلف پریشاں کا

دلِ نعم ما قیل:

مصلحت دید من آنست، کہ یاراں ہمہ کار

بگذرانند، و خم طرہ یارے گیرند!

لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی صورتیں مسخ نہیں ہوئی ہیں، مگر حقیقت غارت ہو گئی ہے۔ قومی تنزل کے معنی یہی ہیں کہ تمام قومی و دینی اشغال بظاہر قائم رہتے ہیں لیکن ان کی روح مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہماری مسجدیں اُجڑ گئی ہوں، کتنے جھاڑ اور فانوس ہیں جن سے مسجدیں بقعہ نور بنائی جاتی ہیں؟ مگر رونا یہ ہے کہ دل اُجڑ گئے ہیں، اور یہ وہ ہستی ہے کہ جب یہ ویران ہو جائے تو پھر آبادی کہاں؟

مجھے یہ ڈر ہے، دلِ زندہ! تو نہ مر جائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے!

فہرست

1		جواہر پارے
2	کلمہ طیبہ	کلمہ طیبہ
5	مقاصد	اداریہ
7	”ایام میں بے قاعدگی“	احکام و مسائل
13	کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟ (۵)	تحقیق و تنقید
19	امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق (۲)	مضامین و مقالات
25	جہاد کی تیاری کے سلسلے میں قرآن کا حکم	اخذ و اقتباس
28	ایک سالہ جمہوریت کے برگ و بار	حالات حاضرہ
30	حافظ عبدالرحیم، چودھری علی ارشد	یاد رفتگان
32	فہرست کتب	فہرست کتب

مقاصد

حافظ احمد شاکر

اداریہ

اقتدار کے عموماً تین مقاصد ہوتے ہیں، اپنی ذات کے لیے، قوم کے لیے، اللہ کے لیے (یعنی نوع انسانی کی خدمت کی ذمہ داری لینا) اللہ کے لیے اقتدار حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی صرف اہلیت دیکھی جاتی ہے جس کا فیصلہ صالح عمل و کردار سے متصف مسلمانوں کی ایک مجلس کرتی ہے، اس فیصلے کی اگر امت مسلمہ تصدیق کر دے تو اقتدار چنیدہ شخصیت کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ اقتدار کے خواہش مند جس کے لیے خواہشمند عوام الناس کی رائے ہم وار کر کے ہمدردی و تعاون کا طلبگار ہوتا ہے، کو نبی ﷺ نے اقتدار دینے سے حکماً منع فرمایا ہے۔ اللہ کے لیے اقتدار کا مقصد انسانیت کی خدمت، یعنی انسانوں کو انصاف، امن اور زندگی کی بنیادی ضروریات..... خوراک، علاج اور لباس..... مہیا کرنا اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے۔

اللہ کے لیے اقتدار؟ قوم ساٹھ سال سے اس سہانے خواب میں مبتلا اور سراپا انتظار ہے کہ کاش اہل وطن کو جرأت ایمانی سے متصف کوئی ایسا مرد مومن میسر آ جائے جو فخرہ مستانہ سے رب کی دھرتی پر رب کا نظام جاری کر دے لیکن ع اے بسا آرزو کہ خاک شود۔ بر صغیر میں اعلائے کلمۃ اللہ کی ایک تحریک گذشتہ سے پوسہ صدی میں ”تحریک جہاد“ کے نام سے شروع ہوئی جس نے وسائل سے بے نیاز ہو کر صرف جرأت ایمانی سے اس کی ابتدا کی تھی جسے کچلے اور ختم کرنے کے لیے برطانوی استبداد صدی بھر کوششیں کرتا رہا لیکن بالآخر مایوس ہو کر اس کو ہی یہ خطہ چھوڑنا پڑا۔ اسی تحریک کی ہی دبی ہوئی چنگاریاں اب پھر سلنے لگی ہیں۔ جو دلیل ہے تحریک شروع کرنے والوں کے اخلاص و للہیت کی۔

قوم کے لیے اقتدار سے مراد یہ ہے کہ اقتدار کے ثمرات قوم تک پہنچائے جائیں یا قوم کو ان میں شریک کیا جائے جیسے آزادی ہند کی تحریک جس کے لیے ہندوستان کے مسلم، ہندو، سکھوں وغیرہ نے صلیبی سامراج سے ہندوستان یا ہندوستانیوں کو آزاد کرانے کی تحریک شروع کی اور بالآخر صلیبی سامراج کو ہندوستان سے رخصت ہونا پڑا۔ یا پھر اس کے بعد بانی پاکستان نے ابتداءً مسلمانوں کی ہندو مہاجنوں سے گلو خلاصی کرانے اور اقتصاد میں برابر کی سطح پر لانے کی تحریک شروع کی۔ جسے مسلمانوں کے گرم خون نے پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کی تحریک بنادیا اور اس کے فوائد ثمرات یا مفادات حسب توفیق و نصیب سب مسلمانوں کے حصے میں آئے۔

اسی طرح دنیا بھر میں چلنے والی تحریک میں تیسری قسم ہے اقتدار ذاتی مفاد کے لیے۔ اس کی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے جسے حق الیقین بھی کہا جاسکتا ہے لیکن ہمارا یقین اپنی مملکت خدا کا پاکستان ہے، جس کو ذرائع ابلاغ، سیاسی لیڈر اور حکمران ایک نظریاتی مملکت قرار دیتے ہیں اور نظر یہ پاکستان کو کم و بیش اسلام کا مترادف باور کراتے ہیں۔ اس وقت مذکورہ بالا دونوں باتوں کی صحت کا سوال نہیں۔ جواب طلب سوال اس وقت یہ ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک کتنے حکمران ہیں جنہوں نے اپنے اپنے اقتدار کے ثمرات عوام یعنی اہل وطن تک پہنچائے؟ مشکل سے صرف تین چار نام ہی شاید لیے جاسکیں۔ ہمارا خیال ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جن حکمرانوں نے امریکہ کی دوستی کو ترجیح دی، اسی خشت اول کی کچی سے اب تک وطن عزیز کی دیوار ٹیڑھی ہی جا رہی ہے۔ نیز غور کرنے سے یہ بات واضح و واضح تر ہوتی چلی جاتی ہے کہ جس جس حکمران نے امریکہ سے مفادات حاصل کرنے کی کوشش کی، وطن عزیز کے لیے وہی زیادہ خطرات کا سبب بنے۔ امریکہ حکمرانوں کو ذاتی مفادات کی چنگم دے کر وطن عزیز میں اپنے مفادات کا تحفظ کرتا بلکہ مفادات کا کیوس دن بدن بڑھاتا رہا، حکمران بدعنوانیوں میں دھستے چلے گئے، وطن عزیز پھسلن پر لڑھکتا رہا اور امریکہ کا اثر و رسوخ حکومت اور حکمرانوں میں حلول کرتا رہا حتیٰ کہ اب چند سالوں سے بعض واقف حال حضرات کے بقول مملکت کے اہم امور پر جب تک امریکہ سے گرین سگنل نہ آئے وہ لٹکے ہی رہتے ہیں۔

۱۹۸۸ء کے حادثہ بہاولپور کے بعد کے ادوار حکومت پر غور کریں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ کم از کم پاکستان میں حکمرانوں کی جو آمدورفت رہی وہ

نیو ورلڈ آرڈر..... گلیاں ہو جان تجنیاں وچ مرزایا پھرے..... کی تکمیل یا اس پر عمل درآمد ہی کے مدارج و مراحل تھے۔

حادثہ بہاولپور کے متصل بعد بے نظیر حکومت قائم کی گئی تو اس نے گیارہ سال سے قائم مہنگائی کے بریکر توڑ دئے، چینی ۱۱ روپے سے ۲۰ تک پہنچ گئی اور اسی نسبت سے اشیائے ضروریہ کچھ افغان مجاہدین کے حوالے سے جن میں پاکستان میں بیرونی اسلحہ کی آمد جیسے انکشافات کر کے سنسنی پھیلانی گئی اور افغانستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی خواہشمند جماعتوں کی اس عنوان پر سرکوبی کی گئی۔ اس دور کے ماضی کی بعض وی آئی پی شخصیات کو گرفتار کر کے طاغوت کے حوالے کیا گیا۔ نیز شریف برادران کے سکریٹ کے جہاز بلاوجہ روک کر ان کو نقصان پہنچانے کی سعی کی گئی۔

پھر جناب نواز شریف کو حکومت عطا کی گئی۔ جنہوں نے آتے ہی ”قرض اتارو ملک سنوارو“ کا سلوگن ایجاد کیا اور لوگوں نے ہمت سے بڑھ کر اس کو پذیرائی دی لیکن نتیجہ؟ ان کے دور میں مشہور افغان خیمہ بستی جلوزئی کمپ کو تیس تیس نہس کیا گیا اور بعض اہم اور نامور شخصیات کو ”گرفتار“ کر کے طاغوت کے حوالے کیا گیا۔ لیکن طاغوت نے میاں صاحب میں میں بنیاد پرستی کے جراثیم محسوس کرتے ہوئے ان کو گھر کی راہ دکھادی۔

بے نظیر حکومت کو جب دوسرا موقعہ دیا گیا تو اس میں مہنگائی کو اس قدر بے لگام کر دیا جس میں عوام بے چارے مزید پس گئے اور چوں نہ کر سکے یعنی عوام کو اس مہنگائی کو چارونا چارو قبول کرنا پڑا۔ نیز اس عرصہ میں پی پی پی کی لنگا گھر کے بھیدی..... فاروق لغاری..... نے ڈھادی۔ لیکن اس دور میں سرے محل اور دیگر مختلف شعبوں میں حکمرانوں کی بدعنوانی کی کہانیاں زبان زد عام ہوئیں جن کو ہوا دینا طاغوت کی ضرورت تھی۔

پھر جناب میاں نواز شریف دوبارہ تشریف لائے تو یہ پہلے والے میاں نواز شریف نہیں بلکہ خاصے ”ڈھل“ چکے تھے جنہوں نے آتے ہی اپنے بنیاد پرست نہ ہونے کا بابتگ دھل اعلان کر دیا۔ اور آقا نوازی کے ساتھ ساتھ گندم ۲۴۰ روپے سے ۴۰۰ روپے تک لے گئے پھر قوم پر احسان فرماتے ہوئے ۳۴۰ روپے یا ۳۶۰ روپے کا اعلان کر دیا فولادی صنعت کار تو وہ پہلے ہی تھے، اس دور میں انہوں نے چینی اور کاغذ کی ملیں بھی لگائیں، بھارت سے دوستی کی طرح بھی ڈالی اور بھارت سے سریے اور سیمنٹ کی تجارت کے علاوہ بھارت سے چینی کی برآمد و درآمد کی کہانیاں بھی زبان زد عام ہو گئیں، ہاں البتہ اسی دور حکومت میں میاں نواز شریف نے جرأت ایمانی اور ہر ترغیب ترہیب اور تحریص کو ٹھکرا کر ایٹمی دھماکہ کر کے دنیا بھر میں وطن عزیز کا نام روشن کر دیا جس کے بعد برصغیر کی سیاست ہی نہیں عالمی سیاست کی سوچ اور مزاج بھی تبدیل ہو گئے، جس کے بعد کارگل کے نام سے ایک افسانہ شروع ہوا جس کو میاں نواز شریف نے وسیع تر قومی مفاد کے نام پر لیکن درحقیقت طبعی سادگی سے اس کو اپنے سر لے لیا جس کو عنوان بنا کر ان پر فضائی حکومت مسلط کی گئی جو درحقیقت ایٹمی دھماکہ کی سزا تھی۔

اس کے بعد پھر ملک کا سیاہ ترین آٹھ سالہ دور حکومت ابھی کل کی بات ہے جس میں ایک ذات نہیں بلکہ کئی شخصیات نے بہت لنگا سے ہاتھ دھوئے اور وطن عزیز پر، معیشت پر، اقتصاد پر، دین پر اور دین کے خدمت گذاروں پر جو بیتی بلکہ اس دور کی باقیات سینات اب تک اہل دین پر جو ظلم کر رہی ہے وہ ع کسی بت کدے میں بیان کروں تو صدم بھی کہے ہری ہری۔

میتاق جمہوریت، اعلان مری جیسے مشترکہ سیاسی اعلامیوں اور سیاستدانوں کے ایک دوسرے کو جاننے کے باوجود..... بگلا بھگت بن کر یا ملی بھگت کر کے..... آپس کے وعدے وعیدوں کی داستان ابھی قوم کی آنکھوں کے سامنے ہے اور بقول بعض اہل بصیرت سیاستدانوں کے، میاں برادران کی پنجاب حکومت بچانے کی خاطر قومی وملکی مفاد کی بعض پالیسیوں پر گولگو کی کیفیت اور فن کاروں کی چابکدستی، سب ابھی آج اور کل کی بات ہے اور چابک دستوں نے پنجاب حکومت کو چلتا کر دیا تو پھر میاں صاحبان رع..... جب دیار نچ بتوں نے تو خدا یاد آیا..... کے مطابق کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل جانے لگے۔ وکلاء کی تحریک، لانگ مارچ اور دھرنے کی حمایت کرتے ہوئے، یہ کھل کر میدان میں اب آئے ہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود میاں صاحب وسیع تر قومی مفاد کی خاطر یہ بیان دیئے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم مفادات کے خلاف نہیں۔

اس داستان طرازی کا خلاصہ یہ نکلا کہ وطن عزیز کے سیاستدانوں کی سیاست نہ اللہ کے لیے تھی اور نہ ہے اور نہ قوم کے لیے ہے بلکہ صرف اور صرف ذاتی مفادات کی سیاست ہے دلائل وشواہد کے ساتھ تاریخ جس کی تائید کرتی ہے، اس لیے ہم تو صرف بارگاہ الہی میں اشکو بشی و حزنی الی اللہ ہی کہہ سکتے ہیں یا دعا کر سکتے ہیں کہ ربنا اتنا من لدنک رحمة و ہیئ لنا من امرنا رشدا۔

”ایام“ میں بے قاعدگی

نماز، روزہ، اور قراءت قرآن کے احکام کیا ہوں گے؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبداللہ خان صاحب عقیف

”اسے (قرآن کو) صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔“
 ①..... رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا۔ اس میں ایک حکم یہ بھی تھا:
 «لایمس المصحف الا طاهر» [سنن نسائی]
 ”مصحف کو صرف پاک صاف شخص ہی چھو سکتا ہے۔“
 چونکہ اس حدیث کو تمام اہل علم نے قبولیت کا درجہ دیا ہے، بالفاظ دیگر تمام اہل علم نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے اس لیے یہ حدیث متواتر کی مانند ہے۔

②..... وکان ابو وائل (شقیق بن سلمہ تابعی) یرسل خادمة وهی حائض الی ابی رزین فتأتیہ بالمصحف فتمسکہ بعلاقته۔
 [صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳]
 ”ابو وائل اپنی خادمہ کو حیض کی حالت میں ابورزین کے پاس بھیجتے تھے اور وہ ان کے یہاں سے قرآن مجید جز دان میں لپٹا ہوا اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لاتی تھی۔“

③..... امام طبری، امام ابن المذہب، امام داؤد ظاہری، امام بخاری اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ حدیث ”یذکر اللہ علی کل احيانہ“ [صحیح البخاری] کے مطابق جنبی اور حائضہ کو قراءۃ قرآن کی اجازت دیتے ہیں [تحفۃ الاوذی ج ۱ ص ۱۲۴] یعنی امام بخاری کے نزدیک قراءۃ قرآن سے ممانعت کے سلسلے کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں۔ تاہم جمہود منع ہی کے قائل ہیں۔

④..... مگر یہ یاد رہے کہ جنبی اور حائضہ بلا حائل قرآن کو چھو نہیں

سوال: میں عرصہ چار سال سے مخصوص ایام کی بے قاعدگی کا شکار ہوں۔ مسئلہ کچھ یوں ہے کہ ان ایام میں وقفے کی کوئی حد نہیں۔ کبھی تو گیارہ دن بعد، کبھی پندرہ، کبھی ایک دو دن ہوتے اور تین دن طہارت گزرنے کے بعد دوبارہ ہوتے ہیں۔ اگر دو استعمال کروں تو باقاعدگی رہتی ہے جبکہ چھوڑنے پر پھر ویسا ہی ہوتا ہے۔ اس کے علاج کے سلسلے میں واضح معلوم نہیں کہ کبھی علاج ہو بھی پائے گا یا نہیں، اس لیے میں پوچھنا چاہوں گی کہ

سوال ①: میں نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا ہے۔ اس کو چھونا کیسا ہے؟

سوال ②: نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا مجھے ہر نماز کے لیے الگ سے وضو کرنا ہوگا یا نہیں جب کہ میرا مدافعتی نظام اتنا مضبوط نہیں کہ میں سردی میں بار بار وضو کر سکوں۔

سوال ③: ان ایام میں کم از کم کتنا وقفہ ہونا چاہیے؟
سوال ④: اس بے قاعدگی کی وجہ سے مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں کن ایام کو مقرر کر لوں اور باقی بیماری کے سمجھوں؟

سوال ⑤: چھوڑے ہوئے روزوں کے سلسلے میں میرے لیے کیا حکم ہے؟

آپ کے سوالوں کے جوابات علی الترتیب یوں ہیں:
جواب ①: حیض کی حالت میں عورت کا قرآن عزیز کو بغیر کسی حائل (اوٹ) کے چھونا حرام ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿لایمسہ الا المطہرون﴾ [الواقعة: ۷۹]

سکتیں جیسا کہ ابو وائل تابعی کے حوالہ سے لکھا گیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ تصریح فرماتے ہیں:

”ائمہ اربعہ کا مذہب ہے کہ قرآن عزیز کو صرف طاہر (پاک صاف) شخص ہی چھوسکتا ہے۔ مصحف کو چھوئے بغیر حائضہ عورت کے قرآن عزیز پڑھنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ زیادہ احتیاط اسی میں کہ صرف ضرورت کے وقت حائضہ زبانی قرآن پڑھ سکتی ہے۔ مثال کے طور پر بھول جانے کا خطرہ ہو۔ واللہ اعلم۔“

بہر حال حفظ کرنے اور حفظ کرانے والی خواتین زبانی قرآن پڑھ سکتی ہیں۔ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کی رائے بھی یہی ہے۔

اس مسئلے کے متعلق میرا تفصیلی فتویٰ گزشتہ سالوں میں الاعتصام میں چھپ چکا ہے۔

اسی طرح شیخ (سبحان اللہ) تکبیر (اللہ اکبر) تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور دیگر مشروع ذکر اذکار اور دعاؤں کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح صبح و شام سوتے اور جاگتے وقت کے مسنون اور ادو وظائف پڑھنے نیز تفسیر، حدیث اور فقہ کی علمی کتابوں کا مطالعہ بھی جائز ہے۔

جواب ۲: حیض کا خون جاری ہونے پر حائضہ پر نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اسی طرح ایام خاص کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا بھی فرض نہیں، خون بند ہونے پر غسل واجب ہے۔ لہذا طہارت کی نیت سے اپنے پورے بدن پر پانی بہائے گی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب فاطمہ بنت حمیش نے عرض کیا کہ حضرت! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«انما ذلك عرق وليس بالحیضة فاذا اقبلت

الحيضة فاتركي الصلاة فاذا ذهب قدرها فاغسلي

عنك الدم فصلی» [صحیح البخاری، کتاب

الحيض، باب الاستحاضة]

”یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں، اس لیے جب حیض کے دن

(جن میں کبھی تمہیں عادتاً حیض آیا کرتا تھا) آئیں تو نماز چھوڑ

دے اور جب اندازے کے مطابق وہ دن گزر جائیں تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔“

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت: قال النبی ﷺ «اذا اقبلت الحيضة فدعي الصلوة واذا ادبرت

فاغسلي عنك الدم وصلی» [صحیح البخاری،

کتاب الحيض، باب اذارات المستحاضة الطهر]

”حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب حیض

کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ دن گزر جائیں تو

خون کو دھواور نماز پڑھ۔“

ضروری تنبیہ: حیض یا نفاس والی عورت کا خون اگر سورج غروب

ہونے سے قبل بند ہو جائے اور عورت حیض یا نفاس کے خون سے پاک

ہو جائے تو اس دن کی ظہر اور عصر دونوں نمازوں کا ادا کرنا اس پر واجب

ہے۔ اگر طلوع فجر سے پہلے طہارت حاصل کرتی ہے تو اس رات کی نماز

مغرب اور نمازِ عشاء کا ادا کرنا ضروری ہوگا۔ کیوں کہ حالتِ عذر میں

دوسری نماز کا وقت پہلی نماز کے وقت کو بھی شامل ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ارقام فرماتے ہیں:

”اسی وجہ سے جمہور علماء جیسے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد

رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ حائضہ عورت اگر دن کے آخری حصہ میں

پاک ہوتی ہے تو ظہر اور عصر دونوں نمازیں ادا کرے گی اور اگر رات کے

آخری حصہ میں پاک ہوتی ہے تو مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں ادا

کرے گی۔ یہی قول حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت ابو ہریرہ اور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اس لیے کہ حالتِ عذر میں

وقت دونوں نمازوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے۔ لہذا اگر دن کے آخری

حصے میں پاک ہوتی ہے تو ظہر کا وقت ابھی باقی ہے، چنانچہ عصر کی نماز

سے پہلے ظہر کی نماز ادا کرے گی اور اگر رات کے آخری حصہ میں پاک

ہوتی ہے تو حالتِ عذر میں مغرب کا وقت ابھی باقی ہے۔ چنانچہ عشاء

کی نماز سے پہلے مغرب کی نماز ادا کرنا ہوگی۔“

[فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۴۳۴]

اگر کسی نماز کا وقت داخل ہو گیا اور نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی عورت کو حیض آ گیا یا نفاس کا خون آ گیا تو رائج قول کے مطابق اس نماز کی قضا اس پر لازم نہیں ہے۔ جس نماز کے اول وقت کو اس نے پالیا تھا اور اس نماز کو ادا کرنے سے پہلے ہی حیض یا نفاس میں مبتلا ہو گئی ہو تو وہ کیا کرے؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

”دلائل کے اعتبار سے سب سے رائج امام ابو حنیفہ اور امام مالک (رحمہما اللہ) کا مذہب ہے، یعنی عورت پر کچھ لازم نہیں ہے۔ کیونکہ قضا کا وجوب ایک نئے حکم سے ثابت ہوگا جب کہ یہاں پر کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو عورت پر قضا کو لازم قرار دیتا ہو۔ اور اس عورت نے جائز حد تک تاخیر کی ہے لہذا (اس تاخیر کی بنا پر) اس عورت کو سستی اور کاہلی یا تساہلی سے نہیں متصف کیا جائے گا۔ سونے اور بھول جانے والا بھی اگر چہ سست اور متساهل نہیں قرار دیا جائے گا لیکن یاد آ جانے یا بیدار ہو جانے کے بعد جس نماز کو ادا کرے گا اس کی وہ نماز قضا نہیں شمار کی جائے گی بلکہ اس کے حق میں نماز کا وقت یہی ہے۔“ [مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲۳۰، ص: ۳۳۵، مستفاد کتاب خواتین کے مخصوص مسائل ص ۳۲، ۳۳]

رہا سردی میں ہر نماز کے لیے نئے وضو کا مسئلہ تو آپ اگر واقعی اپنے اس سوال میں سچی ہیں اور آپ کا مدافعتی نظام واقعی سردی کا متحمل نہیں ہوتا تو آپ اس حالت میں تیمم کر سکتی ہیں اور اس تیمم کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ سخت سردی کی رات میں جنبی ہو گئے اور سردی سے بچتے ہوئے تیمم کر کے ساتھیوں کو نماز پڑھادی تو ساتھیوں نے ان کے اس عمل کی رسول ﷺ کو اطلاع کردی۔ آپؐ نے حضرت عمرو سے پوچھا: ”آپ نے ایسا کیوں کیا؟“ وہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾

”اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان

ہے۔“ [سورۃ النساء: ۲۹]

لہذا میں نے جنابت کی حالت میں تیمم کے ساتھ نماز پڑھادی: فضحك رسول الله ﷺ ولم يقل شيئا۔ [رواہ

احمد و ابو داؤد و الحاکم و الدارقطنی و ابن حبان]

”رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ہنس دیئے اور خاموش رہ گئے۔“

تو گویا یہ حدیث تقریری ہے اور تقریری حدیث حجت ہوتی ہے۔ لہذا اگر آپ زیادہ سردی محسوس کریں اور وضو سے ٹھٹھڑ جانے کا خطرہ ہو تو اس حالت میں تیمم کر سکتی ہیں۔

امام بخاری نے اس واقعے کو ان الفاظ میں باب باندھ کر واضح فرمایا ”باب اذا خاف الجنب على نفسه المرض او الموت او خاف العطش تیمم، و يذكر ان عمرو بن العاص أجنب في ليلة باردة فتميم وتلا ﴿و لا تقتلوا أنفسكم ان الله كان بكم رحيمًا﴾ فذكر ذلك للنبي ﷺ فلم يعنف۔ [صحيح البخارى، كتاب التيمم]

”جنبی آدمی کو پانی کے استعمال پر مرض میں شدت یا موت یا پیاسا رہ جانے کا خوف تو ان صورتوں میں تیمم کر سکتا ہے۔ مذکور ہے کہ عمرو بن عاص سخت سردی میں جنبی ہو گئے تو انہوں نے آیۃ لا تقتلوا أنفسکم سے استدلال کرتے ہوئے تیمم کر کے نماز پڑھادی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے علم میں یہ بات لائی گئی تو آپ ﷺ نے انہیں کوئی ڈانٹ نہیں پلائی۔“ صحیح بخاری کی اس تبویب سے بھی ثابت ہوا کہ بوقت عذر شرعی تیمم کے ساتھ جنبی اور مستحاضہ عورت نماز پڑھ سکتی ہے۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم

جواب (۴): طہر یعنی پاکیزگی کے ایام کی کوئی ایسی حد معین نہیں جس پر علماء کا اتفاق ہو۔ تاہم دونوں حیضوں کے درمیانی وقفہ کی کم از کم مدت میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء (جیسے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ) کے نزدیک کم از کم وقفہ ۱۵ دن ہیں۔ ایک دوسرے فریق کے نزدیک کم از کم ۱۳ دن ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ کم از کم وقفہ کی تعداد میں کوئی قابل حجت دلیل موجود نہیں۔ چنانچہ ایشیخ سید سابق ارقام فرماتے ہیں:

اتفق العلماء على انه لا حد لكثر الطهر المتخلل بين الحيضتين واختلفوا في اقله فقدر بعضهم بخمسة عشر يوماً وذهب فريق منهم الى انه ثلاثه عشر والحق انه لم يات في تقدير اقله دليل ينهض للاحتراج - [فقه السنة ج: ١ ص: ٧٣]

میں کہتا ہوں کہ رائج عادت کے مطابق حیض کے ایام چھ یا سات دن ہیں جیسا کہ حضرت حمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے جو آگے آرہی ہے لہذا صحت مند عورت کے ایام پاکیزگی ۲۲ یا ۲۳ دن ہو سکتے ہیں۔

حیض کے خون کی شناخت: ①.....خون کا رنگ سیاہ ہوگا۔ جیسے فاطمہ بنت جحش کی حدیث میں ہے:

فقال له النبي ﷺ « اذا كان دم الحيضة اسود يعرف » الحديث رواه ابو داود النسائي وابن حبان والدارقطني وقال رواه ثقات ورواه الحاكم وقال على شرط مسلم [فقه السنة ج: ١ ص: ٧٢]

”حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے۔“
②.....کبھی سرخ رنگ کا ہوگا۔ خون کا اصلی رنگ سرخ ہوتا ہے لانہا اصل لون الدم۔

③.....کبھی صُفْرَة ہوگا یعنی پیپ کی مانند ایک قسم کا مادہ جن پر زردی غالب ہوتی ہے۔

④.....کبھی کُدَّة ہوگا یعنی مٹیا لے رنگ کے گندے پانی کی مانند ایک مادہ۔

اگر ماہواری کے ایام میں یہ دونوں قسم کے خون عورت سے خارج ہوں تو انہیں حیض ہی شمار کیا جائے گا۔ اس پر حیض کے تمام احکام لاگو ہوں گے۔ اگر ایام حیض کے علاوہ دیگر ایام میں یہ دونوں خون خارج ہوں تو عورت انہیں کچھ بھی اہمیت نہ دے اور اپنے آپ کو پاک صاف تصور کرے۔ اس کی دلیل حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں:

كنا لانعد الكدرة والصفرة بعد الطهر شيئاً - [رواه ابو داود، ص: ٥٥، ج: ١: باب ما جاء في المرأة ترى الصفرة والكدرة والبخارى ولم يذكر بعد الطهر - [باب الصفرة والكدرة، ج: ١ ص: ٤٧]

”ہم عورتیں طہارت کے بعد زرد یا مٹیا لے رنگ کے مادوں کو کچھ بھی نہیں شمار کرتی تھیں“ تاہم امام بخاری نے بعد الطہر کے الفاظ روایت نہیں کئے۔“

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا چار شناختوں کے ساتھ ساتھ، حیض کا خون گاڑھا، بدبودار، خون کے جریان میں عورت کو تکلیف بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے مزاج میں چڑچڑاپن اور بدن پر بیوست پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے بدن سے بدبو آتی ہے۔ جب کہ استساضہ کا خون سرخ اور پتلا ہوتا ہے، اس خون میں نہ بدبو ہوتی ہے اور نہ اس سے عورت کے مزاج میں تلخی ہوتی ہے۔ نیز عورت کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں کرتی البتہ کمزور ہوتی جاتی ہے اور چہرے پر چھائیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔

جواب ③: آپ دراصل مستاضہ ہیں اور مستاضہ عورت وہ ہوتی ہے جسے مقررہ ایام کے علاوہ دیگر ایام میں عازل نامی رگ سے خون خارج ہوتا رہتا ہے۔ اس کو استساضہ کا خون کہتے ہیں۔ استساضہ میں مبتلا عورت کا معاملہ قدرے پیچیدہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ حیض اور استساضہ کے خون بڑی حد تک آپس میں متشابہ ہوتے ہیں اگر ہمیشہ یا بیشتر اوقات میں خون خارج ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے تو اس صورت میں کون سے خون کو حیض شمار کر کے نماز و روزہ چھوڑ دینا جائز ہے اور کونسے خون کو استساضہ مان کر نماز و روزہ کا ترک ناجائز ہوگا۔ کیوں کہ استساضہ والی عورت کو طاہرہ (پاک) عورت کا حکم حاصل ہے۔ ان دونوں خونوں کی پہچان اور تمیز حاصل کرنے کے لیے اہل علم نے استساضہ کی تین حالتیں بیان کی ہیں:

① **پہلی حالت معتادہ:** استساضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے عورت اپنی ماہواری کے ایام سے اچھی طرح واقف تھی کہ استساضہ کے خون خارج ہونے سے پہلے مہینے کے شروع یا درمیان میں پانچ دن یا آٹھ دن

مثلاً اس کو حیض آیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کو اپنے ایام حیض کی تعداد اور وقت دونوں یاد ہوں تو اس طرح کی عورت اپنی عادت کے مطابق (انہی ایام اور اوقات میں) اپنے تئیں حائضہ تصور کرے گی اور اس پر حیض کے تمام احکام شرعاً لاگو ہوں گے۔ ان ایام کو مکمل کرنے کے بعد غسل کرے گی اور غسل کر کے نماز شروع کر دے گی۔ باقی خون استحاضہ کا سمجھا جائے گا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا:

”أمكنى قدر ما كانت تحبسك حيضتك ثم اغسلى واصلی“ [صحیح مسلم، باب المستحاضة وغسلها وصلواتها، ج: ۱، ص: ۱۵۱]

”اتنے دن تم ٹھہری رہو جتنے دن تم کو تمہارا خون روکے رکھتا تھا۔ پھر غسل کر کے نماز ادا کرو۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت حبیش کو فرمایا تھا:

”انما ذلك عرق وليس بالحیضة فاذا أقبلت الحيضة فاتركی الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلی عنك الدم واصلی“ [صحیح البخاری، باب الاستحاضة۔ ج: ۱، ص: ۴۴]

”یہ ایک رگ ہے، حیض نہیں۔ جب تمہارا حیض آجائے تو نماز ترک کر دو۔ جب اس کی مدت پوری ہو جائے تو خون دھو ڈالو یعنی غسل کر کے نماز پڑھو۔“

⑤ دوسری حالت: عورت متمیزہ ہو۔ اس عورت کی معروف عادت نہ ہو۔ لیکن اس کو حیض کے خون کے اوصاف معلوم ہوں جن سے پتہ چل جاتا ہو کہ حیض یا استحاضہ کا خون ہے۔ مثلاً حیض کا خون سیاہ، گاڑھا بدبودار ہو جب کہ استحاضہ کا خون سرخ، پتلا اور بدبو والا نہ ہو۔ اس طرح کی صورت حال میں جس خون میں حیض کے اوصاف پائے جائیں اسے حیض شمار کیا جائے گا لہذا عورت اس مدت میں اپنے تئیں حائضہ تصور کر کے نماز روزہ ترک کر دے گی۔ اس کے علاوہ دوسرے خون کو استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا۔ جس خون میں حیض کی صفت پائی

جائے گی اس کے بند ہو جانے پر غسل طہارت کر کے نماز روزہ شروع کر دے گی۔ اور اپنے آپ کو پاک صاف سمجھے گی۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نظام حیض میں بے قاعدگی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

» اذا كان الحيض فانه اسود يعرف فاسكى عن الصلاة فاذا كان الآخر فتوضى واصلی « [رواہ ابوداؤد باب فی المرأة تستحاض فی عده الايام ج: ۱، ص: ۵ والنسائی۔ ج: ۱۔ ص: ۲۸ ورواہ ابن حبان والحاكم وصحاحه]

”اگر حیض کا خون ہوگا تو وہ سیاہ معروف ہوگا لہذا آپ اس خون میں نماز سے رک جاؤ اور اگر اس کے برعکس دوسری طرح کا ہو (یعنی سرخ اور پتلا بلا بدبو) تو تم وضو کر کے نماز پڑھو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ عورت خون کے اوصاف کا اعتبار کر کے دم حیض اور دم استحاضہ کے درمیان تفریق کرے گی۔

⑥ تیسری حالت فاقده: ”فاقده عورت وہ ہے جسے نہ تو اپنی ماہواری کی عادت معلوم ہے اور نہ حیض اور عدم حیض میں تمیز اور تفریق کر سکتی ہے۔ تو وہ حیض کی اکثر مدت ہر مہینہ چھ یا سات دن حیض شمار کرے گی کیونکہ یہی بیشتر عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ لہذا حضرت حمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جب حیض کے بارے اپنی پریشانی عرض کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

”انما هي ركضة من الشيطان فتحیضی ستة ایام او سبعة ایام ثم اغتسلی فاذا استنقأت فصلی اربعة وعشرين او ثلاثة عشرین وصومی واصلی فان ذلك یجزئك وكذلك فافعلی كل شهر كما تحیض النساء“ [رواہ الخمسة الا النسائی والترمذی وحسنہ البخاری، بلوغ المرام باب الحيض]

”یہ شیطان کی طرف سے ایک چوکا ہوتا ہے۔ لہذا چھ دن یا سات دن خون حیض کا ہے اور اس کے بعد غسل کر لے۔ جب

پاک صاف ہو جائے تو ۲۴ یا ۲۳ دن نماز پڑھو اور روزہ رکھو۔
یعنی اپنے آپ کو پاک صاف تصور کرو۔ پس یہ چیز تمہارے
لیے کافی ہے اور ہر ماہ اسی طرح کرو جس طرح عام عورتوں کو
حیض آتا ہے۔“

خلاصہ کلام یہ کہ صاحب عادت عورت کو اپنی عادت پر عمل کرنے
کی اجازت ہے۔ اور صاحب تمیز عورت حیض اور استحاضہ کے خون میں
تفریق و تمیز پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرے گی۔ اور ایسی عورت جو نہ
صاحب عادت ہو اور نہ صاحب تمیز ہو وہ چھ یا سات دن (ہر مہینہ میں)
حیض شمار کرے گی۔ اس طرح استحاضہ کے متعلق تینوں قسم کی مروی
احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”استحاضہ کی جو علامات بیان کی جاتی ہیں وہ چھ ہیں۔ یا تو
عادت ہوگی اور یہی قوی ترین علامت ہے۔ کیونکہ اصلاً حیض کا
پایا جانا ہے نہ کہ کسی دوسری چیز کا۔ یا تمیز ہوگی، کیوں کہ سیاہ
گاڑھے بدبودار خون کا حیض ہونا زیادہ اقرب ہے بنسبت
سرخ خون کے۔ یا عورتوں کی جو عموماً عادت ہوتی ہے اس کا
اعتبار ہوگا، کیوں کہ اصل یہ ہے کہ کسی تنہا فرد کو اکثریت و
اغلیبیت کے ساتھ شامل کیا جائے یہ تینوں علامتیں ایسی ہیں جن
کا احادیث اور قیاس و تجربہ سے پتہ چلتا ہے۔“

شیخ الاسلام رحمہ اللہ باقی ماندہ تین علامتیں بیان کر کے فرماتے ہیں:
”اس سلسلہ میں صحیح ترین قول یہی ہے کہ انہی تینوں علامتوں کا
اعتبار کیا جائے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں ان کے علاوہ
باقی علامتوں کو لغو قرار دیا جائے گا۔“

مسئلہ (۱): سابقہ تفصیلات کے مطابق اعتبار کئے گئے حیض کے
خاتمہ پر عورت پر غسل (طہارت) واجب ہے۔

مسئلہ (۲): خارج ہونے والے خون کی صفائی کے لیے ہر نماز
کے وقت اچھی طرح استنجا کرے گی، اور اس جگہ روئی وغیرہ رکھ کر بہنے
والے خون کو روکے گی۔ اور روئی کے پنبہ کو گرنے سے بچانے کے لیے

لنگوٹ وغیرہ باندھ لے گی۔ پھر نماز کے وقت وضو کرے گی۔ کیوں کہ
مستحاضہ عورت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
» تدع الصلوة ایام اقرأئھا ثم تغتسل وتتوضا عند
کل صلوة «

”حیض کے ایام میں نماز ترک کر دے گی۔ پھر غسل
(طہارت) کرے گی اور ہر نماز کے وقت وضو کرے گی۔“
[خواتین کے مخصوص مسائل ص ۳۶] واللہ اعلم بالصواب۔

جواب (۵): حیض والی عورت مدت حیض میں نہ نماز پڑھ سکتی
ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ حیض سے پاک ہو جانے پر روزوں کی
قضا کرے گی مگر نماز کی قضا نہیں کرے گی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
فرماتی ہیں:

”کنا نحیض علی عہد رسول اللہ ﷺ فکنا نؤمر
بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوة“ [متفق علیہ]
”رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم حالت حیض میں ہوتی تھیں تو
ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، نماز کی قضا کا ہمیں حکم
نہیں دیا جاتا تھا۔“

هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔



سالانہ سیرت النبی کانفرنس

۱۸۔ مارچ ۲۰۰۹ء بروز بدھ جامع مسجد اہل حدیث
گوٹھ حاجی محمد سمون نزد ٹوبہ شاخ کنری ضلع عمر کوٹ
(سندھ) میں سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس ہوگی۔

اہل علاقہ سے شرکت کی درخواست ہے

[اللہ ڈنوسمون، اللہ وسایا سمون (سندھ)]

کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟ ۵

مولانا ارشاد الحق اثری

دسویں حدیث

امام محمد کتاب الآثار [رقم ۱۳۴] میں ایک اثر ابراہیم بن یزید المکی سے لائے ہیں جس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”متروک“۔ [تقریب ص ۲۴]

امام احمد، نسائی، علی بن الجندی بھی اسے متروک کہتے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں: سکتوا عنه، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

لیس بثقة و ليس بشيء۔

دارقطنی اور ابو حاتم منکر الحدیث اور البرقی متهم بالكذب کہتے ہیں۔ دولابی بھی فرماتے ہیں ”ترکوه“، تہذیب ص ۱۸۰، ج ۱، علامہ ابوالوفا افغانی نے کتاب الآثار کے حاشیہ ص ۳۵۹، ج ۱، میں ”روی له الترمذی والنسائی“ کہ امام ترمذی اور نسائی نے اس سے روایت لی ہے کہہ کے خود کو اور اپنے قارئین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ امام نسائی نے تو اسے متروک اور ”لیس بثقة ولا یکتب حدیثہ“ کہا ہے۔ اور امام ترمذی نے بھی فرمایا ہے کہ بعض اہل علم نے اس پر حافظہ کی بنا پر کلام کیا ہے۔

[ترمذی مع التہذیب ص ۸۲، ج ۳]

یہی بات انہوں نے ص ۷۹، ج ۱، میں بھی فرمائی ہے مگر اس کے ساتھ اس کی روایت کو حسن بھی قرار دیا ہے کیونکہ اس کے دیگر شواہد بھی ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام نسائی نے ابراہیم بن یزید المکی سے کوئی روایت نہیں لی۔ تقریب اور تہذیب الخلاصہ میں اس بارے میں جو ”تس“ کی علامت ہے۔ اس میں ”س“ کی علامت اور نسائی کی طرف اس کی روایت کا انتساب طباعتی غلطی

ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان، ص ۷۵، ج ۱، میں تسق علامت دی ہے، ”س“ نہیں اور اس کی روایت جو امام ترمذی نے: ”مایدوجب الحج؟“ قال: الزاد والراحلة“ ذکر کی ہے وہ بھی ابن ماجہ میں ہے، نسائی میں نہیں۔ علامہ زیلعی نے نصب الراية ص ۸، ج ۳ میں اس روایت پر تفصیلاً نقد کیا ہے۔

گیارہویں حدیث:

امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں ایک شیخ اسحاق بن ثابت ہیں اور اسحاق اپنے والد ثابت سے روایت کرتے ہیں، سلسلہ سند یوں ہے ”اسحاق بن ثابت عن أبيه عن علي بن الحسين عن النبي صلى الله عليه وسلم“ (کتاب الآثار رقم ۸۴۲) جب کہ امام صاحب کے یہ شیخ اور اس کا والد دونوں مجہول ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعہ (ج ۱، ص ۲۹۰، ۳۷۲) میں دونوں کا ذکر کیا۔ اسحاق کے بارے میں فرمایا ”لایدري من هو“ اور ثابت کے ترجمہ میں کہا ”لا یعرفان“ کہ باپ بیٹا دونوں پہچانے نہیں جاتے کہ کون ہیں۔ اور الايضار بمعرفه رواة الآثار، ص ۲، میں علامہ الحسینی سے نقل کیا ہے ”مجہول کابیہ“ کہ اسحاق اپنے باپ ثابت کی طرح مجہول ہے۔

دونوں راوی مجہول، روایت مرسل پھر بھی امام محمد فرماتے ہیں ”هو قول ابی حنفیہ“ کہ اسی کے مطابق امام ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے۔

بارہویں حدیث:

اسی نوعیت کی یہ روایت بھی دیکھیے کہ امام صاحب نے اپنے شیخ ”کدام بن عبدالرحمن عن ابی کباش انه سمع اباہریرہ“ کی سند سے موقوفاً روایت بیان فرمائی ہے، جسے امام محمد نے کتاب الآثار

رقم ۷۹۱ میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ کدَام بن عبد الرحمن مجہول ہے تقریب (ص ۲۸۵) اور اس کا استاد ابو کبایش بھی مجہول ہے تقریب (ص ۲۳۳) امام ترمذی نے یہی روایت عثمان بن واقد عن کدَام سے مرفوعاً جامع الترمذی، ص ۳۵۵، ۳۵۶، ج ۲، میں نقل کی ہے اور اسے ”غریب“ کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری، ص ۱۶، ج ۱۰، میں فرمایا ہے فسی سندہ ضعف۔

تیرہویں حدیث:

قاضی ابویوسف نے کتاب الآثار رقم ۵۶، ص ۱۲، ۱۳، میں ایک روایت محمد بن عبد اللہ العزرمی سے بیان کی ہے۔ یہ دراصل امام ابو حنیفہ کے استاد محترم ہیں اور کتاب الآثار میں امام صاحب کا واسطہ ساقط ہے۔ جس کی وضاحت حاشیہ میں مولانا ابوالوفا افغانی نے کردی ہے اور امام ابو نعیم نے بھی مسند ابی حنیفہ ص ۲۰۰ میں اسے امام صاحب کا استاد لکھا ہے۔ جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ وہ متروک ہے (تقریب، ص ۳۰۹) امام حاکم نے المدخل میں فرمایا ہے ”متروک الحدیث بلا خلاف“ بلا اختلاف وہ متروک الحدیث ہے۔ امام ساجی نے بھی کہا ہے اجمع اهل النقل علی ترك حدیثہ کہ اہل نقل کا اس کی حدیث کے ترک پر اجماع ہے۔

[تہذیب ص ۳۲۳، ۳۲۴، ج ۹]

اس کے بعد مزید اقوال لکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مولانا افغانی نے بھی حاشیہ میں فرمایا ہے ترکہ ابن المبارک اور یہ امام صاحب کے کتاب الآثار میں استاد ہیں اور کتاب الآثار پہلی صحیح کتاب ہے۔ یہاں یہ غدر لنگ درست نہیں کہ یہ تو کتاب الآثار لابی یوسف میں ہے۔ کیوں کہ باور یہ کرایا جاتا ہے کہ یہ دراصل امام صاحب کی کتاب کا نسخہ ہے۔ ہمارا تو یہ موضوع ہی نہیں کہ امام صاحب کے کون سے شیوخ متروک ضعیف بلکہ کذاب ہیں۔ تاہم یاد رہے کہ ان کے اساتذہ میں محمد بن سائب الکلبی بھی ہیں۔ دیکھیے جامع المسانید للبخاری ص ۱۷۱، ج ۱، جو رافضی بھی ہے اور مہتمم بالکذب بھی۔ جابر بن یزید یعنی بھی ان کے استاد ہیں، جیسا کہ جامع المسانید ص ۳۰۴، ج ۱، میں ہے اور خود انہوں

نے فرمایا ہے ”مالقیت اکذب من جابر الجعفی“ کہ میں جابر جعفی سے زیادہ کسی جھوٹے سے نہیں ملا۔

چودھویں حدیث:

امام محمد نے ایک روایت امام صاحب سے بایں سند نقل کی ہے: ”یحییٰ بن عبد اللہ عن ابی ماجد الحنفی عن ابن مسعود۔ [کتاب الآثار، رقم ۱۹، وابی یوسف رقم:

[۴۹]

اس سند میں ابو ماجد جسے ابو ماجدہ بھی کہا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تو اسے مجہول کہا ہے (تقریب ص ۲۲۷) مگر تہذیب [ص ۲۱۷، ج ۱۲] میں اس کے بارے میں نقل کیا ہے کہ امام ابن عیینہ نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن عبد اللہ بن حارث الجبار سے..... جو اس کا شاگرد ہے..... امتحاناً پوچھا یہ ابو ماجد کون ہے؟ تو اس نے کہ ”شیخ طراً علینا من البصرة“ اور کبھی کہا ”طیسراً علینا“ کہ وہ بصرہ سے ہم پر وارد ہوئے تھے۔ ابن عیینہ نے فرمایا وہ منکر الحدیث ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں وہ مجہول ہے، میں نے امام بکاری سے سنا وہ ابو ماجد کی حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔ امام نسائی نے منکر الحدیث، امام دارقطنی اور ساجی نے مجہول و متروک، امام احمد نے بھی مجہول اور امام علی بن مدینی نے اس کی حدیث کو منکر کہا ہے۔ اس اڑتے پرندے سے روایت کرنے والے یحییٰ بھی منکمل فیہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تو اسے لین الحدیث کہا ہے۔

[تقریب ص ۳۷۷]

امام احمد اور ابن عدی نے اگر لیس بہ باس کہا ہے تو امام یحییٰ نے ضعیف اور لیس بشیء، ابو حاتم اور نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ دارقطنی نے فرمایا معتبر بہ ولا يتابع علی احادیثہ اور عجلی نے یکتب حدیثہ ولیس بالقوی کہا ہے۔ [تہذیب ص ۲۳۸، ج ۱۱]

ایسے راوی کی حدیث کو متابعت میں تو قبول کیا جاسکتا ہے استدلال و احتجاج میں نہیں لیکن امام صاحب تو ایسے راویوں سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ امام محمد نے صراحت کی ہے۔ مگر اس کے باوجود کتاب الآثار صحیح کتاب ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ یہ

ماشاء اللہ ”چودہ چاند“ ہیں مگر روایات دودرجن کے قریب ہیں۔ ان کے علاوہ ضعیف، متکلم فیہ مجہول و مستور اور مبہم راویوں کی بھی متعدد روایات ہیں جیسا کہ قبل ازیں ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ عذر محض عذرِ بارد ہے کہ یہ روایات دوسرے طرق سے بھی مروی ہوں گی۔ کیوں کہ یہ اگر ثقہ راویوں سے تھی تو کتاب الآثار، جو پہلی صحیح کتاب تھی، اس میں ان متروک، کذاب، مجہول، ضعیف اور مبہم راویوں کا سہارا ہی کیوں لیا گیا؟ اور کیا جس کتاب میں صحیح احادیث کا التزام ہو اس کی یہی پوزیشن ہوتی ہے؟ جب یہ ثابت ہو چکا کہ امام ابو حنیفہ متروک، کذاب، ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت لیتے اور اس کے مطابق فتویٰ و عمل کو اختیار کرتے ہیں تو اس کے بعد مبہم راویوں سے روایت کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے مگر اس کے باوجود کتنی دلیری سے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ کتاب الآثار صحیح احادیث پر مشتمل پہلا مجموعہ ہے۔

اس سے بھی تعجب خیز بات یہ کہ کہا گیا کہ ”امام صاحب نے چالیس ہزار احادیث میں سے کتاب الآثار کو مدون کیا ہے (مناقب الموفق ص ۹۵)“ اور یہ بات مولانا نعمانی وغیرہ علمائے احناف نے فرمائی ہے۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کا جو عالم ہے اس کا مختصر اجازہ آپ کے سامنے ہے۔ اسی تناظر میں آپ فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ چالیس ہزار میں سے کتاب الآثار میں ۹۱۶ کے انتخاب کا جب یہ حشر ہے تو باقی روایات کی پوزیشن کیا ہوگی؟! کتاب الآثار اجماع کے مطابق اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ بلکہ نعمانی صاحب کی لین ترانی بھی دیکھیے، لکھتے ہیں:

”وبعد أن قام عشرين سنة ينتقى الأحاديث والآثار ويعرض ماروى منها بطريق الأحاد على معاني كتاب الله وما اجمعت الأمة عليه، فينتخب من أربعين ألف حديث كتابا ثم يخرجه للناس لكي ينتفع به۔“ (الامام ابن ماجه و كتابه السنن ص ۵۷)

”امام صاحب بیس سال تک احادیث و آثار کو چھانٹتے رہے اور ان میں جو خبر آحاد کے طریق سے مروی تھیں انہیں کتاب

اللہ اور اجماع امت پر پیش کرتے رہے، یوں وہ چالیس ہزار احادیث سے کتاب منتخب کرتے ہیں اور لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ وہ اس سے استفادہ کریں۔“

کیسا خوبصورت تصور ہے اگر یہی حقیقت واقع ہے تو غور فرمائیے امام صاحب اپنے شیخ حماد بن ابی سلیمان سے وابستہ ہوئے، پندرہ سال اور ایک قول کے مطابق ۱۱۲ اور ۱۸ سال تک ان کی خدمت میں رہے، حماد ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے تو امام صاحب ان کے جانشین بنے، اس کے بعد بیس سال تک احادیث کا انتخاب کرتے رہے یوں ۱۴۰ھ کے بعد چالیس ہزار احادیث سے منتخب مجموعہ کتاب الآثار مرتب کیا بلکہ احادیث کے انتخاب میں یہ بھی انہوں نے ملحوظ رکھا کہ اخبار آحاد کو قرآن پاک اور اجماع امت پر پیش کیا اور انہی احادیث کا انتخاب کیا جو قرآن پاک اور اجماع کے موافق تھیں۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کی بات ہے۔ مگر جب ہم ان چالیس ہزار میں سے ۹۱۶ کے انتخاب کو دیکھتے ہیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ یہ کیسا انتخاب ہے جس میں کذاب، متروک، ضعیف، مجہول و مستور اور مبہم راویوں کی روایات کا انتخاب کیا گیا ہے بلکہ ان سے استدلال بھی کیا۔ مولانا نعمانی مرحوم نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے اس میں ان صحیح احادیث کا اہتمام کیا ہے جنہیں ائمہ فقہاء کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

”فتوحی فیہ الصحیح المتلقى بالقبول من ائمة

الفقہاء“ (الامام ابن ماجه و سننه ص ۷۹)

مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا نعمانی کے پہلے دعویٰ کی طرح یہ دعویٰ بھی کتاب الآثار کی مراجعت کے بعد پورا ہونا نظر نہیں آتا۔ امام صاحب کے مناقب میں جس طرح جھوٹی احادیث و اقوال اور قصص کی بھرمار ہے ہمارے نزدیک تو یہ بھی اسی قبیل کی ایک کوشش ہے۔ بلکہ ہمارے نزدیک نعمانی صاحب کی یہ کوشش دراصل صحیحین کے تناظر میں ہے، بخاری صحیح احادیث پر مشتمل پہلی کتاب اور صحیحین کی روایات کے بارے میں حافظ ابن حجر وغیرہ نے فرمایا کہ انہیں تلقی بالقبول حاصل ہے اور اکثر اہل علم نے فرمایا ہے کہ صحیحین کی احادیث بالا جماع صحیح ہیں۔

نعمانی صاحب اس کے برعکس اس کوشش میں ہیں کہ کتاب الآثار کو پہلی صحیح کتاب، اس کی احادیث اجماع کے موافق اور انہی کو فقہاء کے ہاں تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اور یوں موطا کا عمل اہل المدینہ موید ہے تو کتاب الآثار کی احادیث کو اہل فتاویٰ کی تلقی بالقبول حاصل ہے تاکہ ان تینوں کتابوں سے بہرہ نوع کتاب الآثار کو مقدم ثابت کیا جائے۔ آئیے سرسری نظر سے اب اس کا بھی جائزہ لے لیجیے۔

پہلی روایت:

امام ابوحنیفہ بواسطہ حماد، ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں:

”لا تكون ذكوة نفس ذكوة نفسين“

(کتاب الآثار، ص ۱۷۵، رقم ۸۰۸)

کہ ”پچہ مادہ حلال جانور کے پیٹ میں ہو تو اس کی ماں کو ذبح کرنے سے اس کے پیٹ کا پچہ ذبح نہ ہوگا تا آنکہ اسے بھی ذبح نہ کیا جائے۔“

چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کر کے قرآن پاک اور اجماع کے موافق اور فقہاء کے ہاں جنہیں تلقی بالقبول حاصل تھی، ان میں سے ایک یہ اثر بھی ہے جب کہ امام محمد ہی نے فرمادیا ہے کہ امام صاحب تو اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے مگر ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ اس کے برعکس ”ذکوة الجنين ذکوة أمه“ کے الفاظ سے حدیث حضرت علی، ابن مسعود، ابویوب، براء بن عازب، ابن عمرو، ابن عباس، کعب بن مالک، جابر بن عبد اللہ، ابوامامہ، ابو الدرداء اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ تمام الخلقہ ہو، ماں کو ذبح کیا جائے، بچہ مرا ہوا ہو تو بچہ کو ذبح کی ضرورت نہیں ماں کا ذبح ہونا ہی کافی ہے۔ علامہ زیلعی نے نصب الراية [ص ۱۸۹، ۱۹۲، ج ۴] میں اور حافظ ابن حجر نے الخیص الکبیر [ص ۱۵۷، ج ۴] میں ان روایات کی تفصیل بیان کی ہے اور دونوں نے ہی امام ابن المنذر سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ

”لم يرو عن أحد من الصحابة والتابعين وسائر

العلماء ان الجنين لا يؤكل إلا باستئذان الذكاة فيه

إلا ماروی عن أبي حنيفة ولا أحسب أصحابه وافقوه عليه۔“ (نصب الراية)

”کسی ایک صحابی اور تابعی بلکہ تمام علماء سے یہ منقول نہیں کہ بچہ کو جب تک ذبح نہ کیا جائے اسے نہ کھایا جائے سوائے امام ابوحنیفہ کے، میرا خیال ہے کہ ان کے شاگردوں نے بھی اس میں ان کی موافقت نہیں کی۔“

امام محمد نے کتاب الآثار ہی میں نہیں موطا وغیرہ میں بھی اپنے استاد محترم سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ پہلے امام مالک کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر اور سعید بن المسیب کا فتویٰ ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا قول اس کے مطابق ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ ابراہیم نخعی کے قول کے مطابق فرماتے ہیں کہ اس کا کھانا مکروہ ہے اگر زندہ ماں کے پیٹ سے نکل آئے تو ذبح کیے بغیر نہ کھایا جائے (موطاص ۲۸۳، ۲۸۴) علامہ محمد طاہر ثقفی نے بھی فرمایا ہے کہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں صحابہ کرام اور سلف امت سے اختلاف کیا ہے (مجمع البحار ص ۴۴۲، ج ۱) امام ابوحنیفہ نے گو اس بارے میں ابراہیم نخعی کے فتویٰ پر عمل کیا ہے مگر ابراہیم نخعی کا فتویٰ صحیح سن سے اس کے برعکس بھی ہے کہ ”ذکاة أمه“ اس بچہ کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہے۔ امام بیہقی نے مختلف اسانید سے یہ اثر نقل کیا ہے۔ [السنن الکبریٰ ص ۳۳۶، ج ۹]

بلکہ امام بیہقی نے ”حماد عن ابراہیم“ کے واسطے سے ان کا فتویٰ جو کتاب الآثار ج ۹ میں ہے نقل کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ”حماد إذا قال برأيه أصاب وإذا قال قال إبراهيم أخطأ“ کہ حماد جب اپنی رائے سے کہیں تو درست ہوتا ہے اور جب ابراہیم کا قول بیان کریں تو غلطی کرتے ہیں۔ یہی بات امام ابو حاتم نے بھی کہی ہے (تہذیب، ص ۱۷، ج ۳) اس کے بعد متعدد تابعین کے فتاویٰ حدیث کے مطابق ذکر کیے ہیں۔ ہم یہاں مزید اس کی اسنادی پوزیشن پر کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے، امر واقع یہ ہے کہ یہ اثر صحیح نہیں بالفرض اگر ابراہیم نخعی کے اس فتویٰ کو تسلیم بھی کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام صاحب کے بارے میں تو باور کرایا گیا ہے کہ بیس سال تک احادیث کو

دوسری روایت:

کتاب الآثار، باب ذکاة الجنین والعقیقة کے تحت ہی امام صاحب پہلے ”حماد عن ابراہیم“ سے روایت کرتے ہیں کہ ”کانت العقیقة فی الجاهلیة فلما جاء الاسلام رفضت“ کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا جب اسلام آیا تو وہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد یہی قول انہوں نے ”حدثنا رجل عن محمد بن الحنفیة“ سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الآثار (ص ۱۷۸، رقم ۸۰۹، ۸۱۰) امام محمد فرماتے ہیں: ”وبہ نأخذ وهو قول أبی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ“ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

ہم یہاں اس بحث میں جانا مناسب نہیں سمجھتے کہ عقیقہ سنت ہے یا واجب، یا امام ابوحنیفہ اور حنفی مذہب میں یہ جائز ہے یا ناجائز اور منسوخ۔ بلکہ ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جن آثار کی بنا پر عقیقہ کو جاہلیت کا عمل کہہ کر منسوخ کہا گیا ہے۔ کیا فی الواقع یہ جاہلیت ہی کا عمل تھا اور اسلام میں اس کا کوئی حکم یا اس پر کوئی عمل نہیں رہا تھا کہ امام صاحب اور ان کے شاگرد رشید نے اس کی مخالفت کی ہے۔ یہاں ہم مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی ایک وضاحت ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس حوالے سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ امام محمد نے عقیقہ کے بارے میں جو فرمایا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ عقیقہ مشروع نہیں یا یہ کہ مکروہ ہے جیسا کہ الجامع الصغیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، ان کے الفاظ ہیں:

”کأنه يشير إلى عدم مشروعية العقیقة الآن أو

إلى كراهته كما تفيد عبارته في الجامع

الصغیر۔“ الخ (التعلیق الممجد ص ۲۸۸)

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ عقیقہ کی روایت کو حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت سلمان بن عامر الضمی، حضرت سرہ، حضرت ام کرز، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت بریدۃ السلمی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کریں، حافظ ابن قیم نے تحفۃ المودود میں اور حافظ ابن حجر نے الخیص الجیر میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔ امام

قرآن مجید اور اجماع پر پیش کرتے رہے اور اصحاب الفتویٰ نے جن کے مطابق فتویٰ دیا ہوتا اس روایت کو کتاب کی زینت بناتے مگر انہیں یہاں نہ گیارہ صحابہ کرام کی کسی روایت کا علم ہوا اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے کسی فتوے ہی کا علم ہوا، اگر ہوا تو صرف ابراہیم نخعی کے فتویٰ کا علم ہوا۔

ایک سوال:

امام صاحب کے اصول فتویٰ میں تو یہ بات بڑے وثوق سے بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مسئلہ کی بنیاد پہلے قرآن پر، اس میں نہ ملے تو حدیث پر، پھر صحابہ کے اقوال پر رکھتے رہے۔ تابعین کرام تو ان کے بارے میں وہ فرماتے:

هم رجال ونحن رجال -

مگر غور فرمائیے یہاں معاملہ بالکل الٹ ہے۔ احادیث و آثار صحابہ کی بجائے ابراہیم نخعی کے فتویٰ پر فتویٰ ہے، اصول کہاں گیا؟ مولانا عبدالحی لکھنوی نے تو فرما دیا ہے۔

”ان هذا الحديث لعله لم يبلغ ابا حنيفة فإنه

لا تأويل له ولولغله لما خالفه وهذا حسن۔“

(التعلیق الممجد ص ۲۸۴)

”یہ حدیث شاید امام ابوحنیفہ کو نہیں پہنچی، کیوں کہ اس کی کوئی

تاویل نہیں، اگر یہ حدیث انہیں ملتی تو اس کی مخالفت نہ کرتے،

اور یہ بات اچھی ہے۔“

بلکہ خود انہوں نے فرمایا ہے ”فقول من قال بموافقة الحديث أقوی“ کہ جن کا قول حدیث کے موافق ہے ان کا قول زیادہ قوی ہے۔ (ایضاً)

اس مختصر وضاحت سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا نعمانی نے کتاب الآثار کی ترتیب میں جن اصولوں کو بیان کیا ہے وہ واقعی امام صاحب کے مناقب میں دیگر بہت سی روایات و حکایات کی طرح غلط ہے اور محض خانہ ساز ہے۔

مالک فرمائیں کہ ”هذا الامر الذى لا خلاف فيه عندنا“ عقیقہ کے مسئلہ میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں، امام ابن المنذر فرمائیں کہ سرزمین جاز میں ”قدیما و حدیثاً“ اس پر عمل ہے

[تحفہ المودود، ص ۲۷]

کسی ایک صحابی سے اس پر انکار ثابت نہ ہو، حتیٰ کہ حافظ ابن قیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا فتویٰ بھی عقیقہ کے حق میں ذکر کیا ہے لیکن غیر مستند سند سے مروی تابعی کے قول کی بنا پر یہ عمل جاہلیہ قرار پائے اور اس کے منسوخ اور عدم مشروعیت کا فتویٰ داغ دیا جائے۔ جس حقیقت کا علم صحابہ کرام بلکہ سرزمین جاز کے ائمہ کرام کو نہ ہو اس کا انکشاف کوفہ میں امام ابراہیم نخعی کو ہو جائے۔ ایں چہ بواجبی است۔ ہم یہاں نہ امام ابراہیم نخعی اور نہ ہی حضرت محمد بن حنفیہ کے اثر کی استنادی پوزیشن پر بحث مناسب سمجھتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ دونوں اثر سندا ضعیف اور کمزور ہیں لیکن امام صاحب اور ان کے تلمیذ رشید کا فتویٰ انہی پر ہے۔ امام احمد نے تو اس پر انکار کیا ہے۔ بلکہ مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی فرمایا ہے کہ

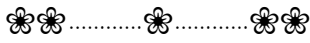
فهذه كتب الحديث المعتبرة مملوءة من أحاديث شرعية العقيقة واستحبها كما ذكرنا نبذا منها۔
الثاني: الأحاديث الدالة على استحبابها وشرعيتها لا شك أنها واقعة في الإسلام وهي معارضة لما بلغه عن قول النخعي وابن الحنفية، ومن المعلوم أن أحاديث النبي صلى الله عليه وسلم أحق بالأخذ من قول غيره كائنا من كان۔ الثالث: أنه لو كان مطلق مشروعية العقيقة مرتفعة عن الإسلام لما عاق النبي صلى الله عليه وسلم عن الحسن والحسين..... الرابع: أنه لو كانت مشروعيتها المطلقة مرتفعة لما اختارها أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم بعد الخ۔ [التعليق الممجّد

ص ۲۸۸]

”یہ معتبر کتب احادیث عقیقہ کی مشروعیت اور استحباب کے بارے میں بھری ہوئی ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ثانیاً احادیث جو عقیقہ کی مشروعیت و استحباب پر دلالت کرتی ہیں بلا ریب وہ عہد اسلام ہی میں واقع ہوتی ہیں، وہ ابراہیم نخعی اور ابن الحنفیہ کے قول کے معارض ہیں اور یہ حقیقت معلوم شدہ ہے کہ احادیث نبویہ کسی دوسرے کے قول سے زیادہ حق دار ہیں کہ ان سے استدلال کیا جائے، وہ قول خواہ کسی کا ہی کیوں نہ ہو۔ ثالثاً: اگر عقیقہ کی مشروعیت اسلام میں ختم ہوگئی تھی تو رسول اللہ ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ نہ کرتے۔

رابعاً: اگر اسلام میں عقیقہ کا حکم مرتفع ہو گیا ہوتا تو صحابہ کرام اس کا اہتمام نہ کرتے۔“

مولانا لکھنوی نے اپنے نقطہ نظر سے جو بحث کی ہے اس سے قطع نظر ہمیں صرف یہی عرض کرنا ہے کہ عقیقہ کے عمل کی منسوختیت کا علم کسی صحابی کو نہیں ہوا۔ اس کا انکشاف عہد تابعین میں ہوا اور وہ بھی ابراہیم نخعی اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما سے، جن کی اسناد خود قابل اعتبار نہیں۔ تاہم اس پر امام صاحب اور ان کے ہمنواؤں نے فتویٰ دیا۔ سوال یہ ہے کہ یوں کیا۔ ان آثار کو ائمہ فتویٰ کی تلقی بالقبول حاصل ہے؟ اور ایسے ہی غیر مستند آثار کو ”صحیح کتاب“ کی زینت بنایا جاسکتا ہے۔ [جاری ہے]

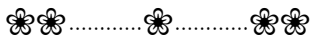


امتیاز جاوید بٹ کو حاشہ

جناب امتیاز جاوید بٹ (رہنما جمعیت اہل حدیث، گوجران والا) گزشتہ دنوں موٹر سائیکل حادثے میں زخمی ہو گئے۔

موصوف مسلکی و سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور ایک مستعد و کرہ ہیں۔ حافظ ابتسام الہی ظہیر صاحب اور دیگر احباب نیان کی عیادت کی اور ان کے لیے دعائے صحت کی درخواست کی ہے۔

[ابوالاختشام حمزہ طور، گوجران والا]



امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق ۲

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت)

۳..... رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا:

رسول اللہ ﷺ کا تیسرا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ ﷺ سے کی جائے۔ اور اس طرح کی جائے کہ اس جیسی محبت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی اور کے ساتھ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان: ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما، وان يحب المرء لا يحبه الا لله، وان يكره أن يعود في الكفر بعد اذ انقذه الله منه، كما يكره ان يلقي في النار »

”تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ ان کے ذریعے ایمان کی (لذت اور اس کی) مٹھاس کو پالیتا ہے۔ ایک یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو۔ دوسری یہ کہ اسے کسی شخص سے محبت ہو تو محض اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔ اور تیسری یہ کہ اسے کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند ہو جیسا کہ جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔“ [بخاری: ۱۶، مسلم: ۴۳]

پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سے اپنے اہل و عیال، اپنے والدین اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ محبت کی جائے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من ولده ووالده والناس اجمعين »

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد، اپنے والد اور دیگر تمام لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ محبت کرے۔“ [بخاری: ۱۵۶، مسلم: ۴۳]

بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

يا رسول الله! لانت احب الي من كل شيء الا من نفسي -

”اے اللہ کے رسول! آپ مجھے (دنیا کی) ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، ہاں البتہ میری جان سے زیادہ محبوب نہیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لا، والذي نفسي بيده، حتى اكون احب اليك من نفسك » فقال له عمر: فانه الان والله! لانت احب الي من نفسي، فقال النبي ﷺ: « الان يا عمر! »

”نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہاں تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔“ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اب اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! اب بات بنی ہے۔“ [بخاری: ۶۱۳۲]

یاد رہے کہ آنحضور ﷺ سے سچی محبت کا عملی اظہار آپ ﷺ کی اتباع اور فرماں برداری سے ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”آپ کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، اس طرح اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، نہایت

مہربان ہے۔“ [آل عمران: ۳۱]

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ محبت کی دلیل آپ کی اتباع اور فرماں برداری کرنا ہے۔ لہذا جو شخص آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی بھی کرتا ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ محبت کے دعوے میں سچا ہے۔ اور اگر وہ محبت کا دعویٰ تو کرتا ہو لیکن سنت نبویہ کا پیروکار نہ ہو تو اس کے متعلق یقین کر لینا چاہئے کہ وہ محبت کے دعوے میں جھوٹا ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تعصى الاله وانت تظهر حبه

هذا لعمرك فى القياس بديع

لو كان حبك صادقا لاطعته

ان المحب لمن يحب مطيع

”تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو! یہ تو انتہائی نامعقول بات ہے، اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اس کی فرماں برداری کرتے کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔“

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے کس قدر شدید محبت تھی اس کا اندازہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے کر سکتے ہیں۔ وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان سے اور اسی طرح میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اور میں جب گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو یاد کرتا ہوں، پھر میں صبر نہیں کر سکتا یہاں تک کہ آپ کے پاس آؤں اور آپ کو دیکھ لوں۔ اور میں جب اپنی موت اور آپ کی موت کو یاد

کرتا ہوں تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ آپ جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آپ کو انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ (اعلیٰ درجات میں) بھیج دیا جائے گا۔ اور اگر میں جنت میں داخل ہوا تو مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں وہاں آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا!

نبی کریم ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ حضرت جبریل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ

اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ [النساء: ۶۹]

”اور جو لوگ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کریں گے وہ (جنت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہوں گے۔“

[رواہ الطبرانی فی الصغیر والأوسط، وقال الهیثمی: رجالہ

رجال الصحیح غیر عبداللہ بن عمران العابدی وهو ثقة]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع ہی دراصل آپ ﷺ کے ساتھ سچی محبت کی دلیل ہے۔ اور اسی بناء پر آپ ﷺ کے ساتھ محبت کرنے والوں کو قیامت کے روز آپ کا ساتھ نصیب ہوگا، کیونکہ اس صحابی نے جب اس اندیشے کا اظہار کیا کہ شاید وہ جنت میں نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھ سکے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو تمہیں انبیاء علیہم السلام کا ساتھ ضرور نصیب ہوگا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صرف محبت کا دعویٰ ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری بھی ضروری ہے۔

نیز حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے شدید بغض رکھتا تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد میں

رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت کرنے لگا..... وہ فرماتے ہیں:

« وما كان احد احب الى من رسول الله ﷺ ولا اجل في عيني منه ، وما كنت اطيق ان املا عيني منه اجلا لاله ، ولو سئل ان اصفه ما اطق ، لاني لم اكن املا عيني منه » [مسلم: ۱۲۱]

”اور (اب) کوئی شخص ایسا نہ تھا جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب ہوتا۔ اور نہ کوئی ایسا تھا جس کا مقام و مرتبہ میری آنکھوں میں آپ ﷺ سے زیادہ ہوتا۔ اور آپ ﷺ کے عظیم مقام و مرتبے کی وجہ سے میں اس بات کی طاقت نہ رکھتا تھا کہ میری آنکھیں آپ ﷺ سے بھر جائیں۔ اور اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں آپ ﷺ کی صفات (یعنی چہرہ، مہرہ) بیان کروں تو میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کو دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں ہی آپ سے نہیں بھرتی تھیں.....“

نیز رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کا ایک لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی سنن مبارکہ کو زندہ کیا جائے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« ان الاسلام بدأ غريبا وسيعود غريبا كما بدأ، فطربى للغرباء » قيل: يا رسول الله ، ومن الغرباء ؟ قال: « الذين يحيون سنتي ويعلمونها عباد الله » [رواه ابن عبد البر في صحيح جامع بيان العلم وفضله:

ص: ۴۲۱۔ وأصل الحديث في صحيح مسلم: ۱۴۶]

”بے شک اسلام کی ابتداء غربت اور بے چارگی میں ہوئی ہے اور یہ عنقریب اسی حالت میں لوٹ آئے گا جیسا کہ اس کی ابتداء ہوئی ہے۔ لہذا غرباء کیلئے خوش خبری ہے۔“ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ غرباء کون ہوتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو میری سنت کو زندہ کریں گے اور اللہ کے بندوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔“

②..... اسوہ حسنہ پر عمل کرنا:

امت پر آپ ﷺ کا چوتھا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بہترین نمونہ تصور کرتے ہوئے تمام اقوال و افعال اور زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ کی پیروی کی جائے۔ فرمان الہی ہے:

«لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللَّهَ كَذِكْرًا»

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہو۔“ [الاحزاب: ۲۱]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نمونہ رسول اللہ ﷺ کو وہی شخص اپنانے کا جس میں دو اوصاف ہوں گے، ایک یہ کہ وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین رکھتا ہو۔ اور دوسرا یہ کہ وہ بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو۔ اور یہ دونوں وصف ایسے ہیں جن سے آج بہت سارے مسلمان محروم ہیں۔ اسی لیے ان کے دلوں میں اسوہ رسول اللہ ﷺ کی اہمیت بھی نہیں رہی۔ اس کے برعکس انہوں نے اور کئی لوگوں کو آئیڈیل شخصیات تصور کر رکھا ہے اور انہی کے اقوال و افعال ان کے لیے نمونہ اور قابل تقلید ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کو بہترین نمونہ تصور کرتے تھے اور تمام اقوال و افعال میں آپ ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔ الا یہ کہ کوئی عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہوتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ انہیں دل سے چاہتے تھے اور ان سے سچی محبت کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا: «انسی لن البسه ابدًا» ”اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔“ چنانچہ لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔ [بخاری: ۲۹۸، مسلم: ۲۰۶۱]

لہذا ہمیں بھی نبی کریم ﷺ کو بہترین نمونہ تصور کرتے ہوئے

آپ ﷺ کی مکمل اتباع کرنی چاہئے، عقائد و عبادات میں، اخلاق و کردار میں، معاملات میں اور اسی طرح زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے..... لیکن افسوس ہے کہ آج ہم جب نبی کریم ﷺ کو ماننے اور آپ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کے روزمرہ معمولات پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے معمولات زندگی میں اور اس دور کے اکثر مسلمانوں کے معمولات زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

عقائد کے باب میں نبی کریم ﷺ اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارنے والے اور اسی کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرنے والے جب کہ آج کے بیشتر مسلمان غیر اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرتے اور اسے پکارتے ہیں۔ آپ ﷺ صرف اللہ تعالیٰ کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنے والے جب کہ آج کے اکثر مسلمان فوت شدہ بزرگان دین سے نفع کی امید بھی رکھتے ہیں اور ان سے نقصان کا خوف بھی کھاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اپنی قبر تک کو بھی سجدہ گاہ بنانے سے منع کرنے والے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجنے والے جب کہ اس دور کے مسلمان بزرگوں کی قبروں پر مزارات تعمیر کرتے اور اپنی مرادوں کیلئے ان کا رخ کرتے ہیں.....

اور عبادات کے باب میں رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی کے آخری سانس تک نمازوں کی سختی سے پابندی کرنے والے جبکہ آج کے اکثر مسلمان پانچ نمازوں کی پابندی نہیں کرتے اور (حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح) کی آواز سن کر بھی مسجدوں میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں ان میں سے بیشتر لوگ اپنی مرضی، یا اپنے مسلک کے مطابق پڑھتے ہیں جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”تم نماز اُس طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔“ اور جب اپنی مرضی یا اپنے مسلک کے بتائے ہوئے طور طریقوں کے مطابق عبادت کرنی ہے تو بتائیے نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کہاں رہ جاتی ہے!!

اخلاق و کردار کے باب میں نبی کریم ﷺ انتہائی متواضع اور

اپنے ساتھیوں میں گھل مل جانے والے اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والے جبکہ آج کے کئی مسلمان غرور اور تکبر سے بھرے ہوئے اور اپنے مسلمان بھائیوں سے بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ عفو و درگزر کرنے والے اور اس کا سبق دینے والے اور خش گوئی اور گالی گلوچ سے بچنے اور اس سے روکنے والے جبکہ اس دور کے مسلمان چھوٹی چھوٹی بات پر دست و گریباں اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے اور ماں بہن کی گالیاں سناتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں! معاملات کے باب میں پیارے نبی حضرت محمد ﷺ دھوکا، فراڈ، خیانت اور رشوت وغیرہ سے منع کرنے والے جبکہ اس دور میں عالم یہ ہے کہ دھوکہ، فراڈ اور خیانت جیسے برے اعمال مسلمانوں کی شناخت بن گئے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ حلال کمائی کا حکم دینے والے اور حرام کمائی سے منع کرنے والے جبکہ آپ ﷺ کو ماننے والے کئی مسلمان حلال و حرام میں تمیز کئے بغیر ہر طریقے سے مال و دولت کو جمع کرتے ہوئے اور جمع کئے ہوئے سرمائے کو سودی بینکوں میں محفوظ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں!

الغرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں رسول اللہ ﷺ کا نمونہ چھوٹ گیا ہے اور اس کی جگہ پر درآمد شدہ نمونہ قابل تقلید نمونے کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اور تو اور شکل و صورت اور وضع قطع میں بھی پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ اب ایک عیب بن کر رہ گیا ہے اور جو شخص آنحضور ﷺ جیسی شکل و صورت اور وضع قطع اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے اسے آپ ﷺ کے ماننے والے اور آپ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے سوا القاب سے نوازتے اور بھری محفل میں سنت رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں..... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

⑤..... اطاعت:

رسول اکرم ﷺ کا پانچواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے اور آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کی جائے کیوں کہ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا یہ حق یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاخْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَيَّ رَسُولُنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ﴾
 ”اور تم اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے رہو۔ اور (نافرمانی سے) ڈرتے رہو اور اگر تم نے اعراض کیا تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ محض صاف صاف پہنچا دینا ہے۔“ [المائدہ: ۹۲]
 نیز فرمایا:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰]
 ”جو رسول کی اطاعت کرتا ہے درحقیقت اُسی نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ان کے خاوند ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ کہیں گھر سے باہر گئے ہوئے تھے، اسی دوران انہوں نے انہیں آخری طلاق دے دی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وکیل (عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ) کو ان کے پاس طلاق (نامہ) دے کر بھیجا اور ان کے ذریعے پانچ صاع کھجور اور پانچ صاع جو بھی بھیجے لیکن انہیں یہ بات پسند نہ آئی۔ [مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: کیا میرے لیے بس یہی نان و نفقہ ہے؟] تو ان کے وکیل نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس تمہارے لیے کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدی رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئیں اور انہیں پورے معاملے سے آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«ليس لك عليه نفقة»

”واقعاً تمہارے لیے ان پر کوئی نان و نفقہ نہیں ہے۔“
 پھر آپ ﷺ نے انہیں ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:
 ”ام شریک رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں جن کے گھر میں میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنا جانا لگا رہتا ہے، لہذا تم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے

گھر میں عدت گزارو کیونکہ وہ نابینا ہیں اور تم ان کے گھر میں اپنا (اضافی) لباس اتار سکو گی۔ اور جب تم عدت پوری کرلو تو مجھے اطلاع دینا۔“

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ نے میرے پاس شادی کا پیغام بھیجا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه، واما معاوية فصعلوك لا مال له، انكحى اسامة بن زيد»

”رہے ابو جہم رضی اللہ عنہ تو وہ اپنے کندھے سے ڈنڈا ہی نہیں ہٹاتے (یعنی وہ بہت سخت مزاج ہیں۔) اور جہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات ہے تو وہ مفلوک الحال ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے۔ لہذا تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے شادی کرلو۔“

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ناپسند کیا لیکن آنحضور ﷺ نے دوبارہ مجھے یہی حکم دیا کہ میں اسامہ رضی اللہ عنہ سے ہی شادی کرلوں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« طاعة الله وطاعة رسوله خير لك »

”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری تمہارے لیے بہتر ہے۔“

چنانچہ میں نے ان سے شادی کر لی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں اتنی خیر رکھ دی کہ مجھ پر اس دور کی خواتین رشک کرتی تھیں۔ [مسلم: ۱۴۸۰]

اس قصہ سے یہ ثابت ہوا کہ اطاعت رسول ﷺ باعث خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہے اور یہ بھی کہ اطاعت رسول ﷺ دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو حکم دیا کہ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے شادی کر لیں اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں کوئی آیت نازل نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت تمہارے لیے بہتر ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اطاعت رسول ﷺ دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ۳۳]

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔“

..... نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ [الأنفال: ۲۴]

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول (ﷺ) کا حکم مانو جب کہ رسول ﷺ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہارے لیے زندگی بخش ہو۔ اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور اسی کے حضور تم جمع کئے جاؤ گے۔“

..... اور حضرت ابوسعید الملعنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس دوران رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گذرے، آپ ﷺ نے مجھے بلایا لیکن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے نماز مکمل کر لی، پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا:

«ما منعك أن تأتي؟»

”تمہیں کس بات نے میرے پاس آنے سے منع کیا؟“

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ﴾

”کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: اے ایمان والو! اللہ اور رسول (ﷺ) کا حکم مانو جبکہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہارے لیے زندگی بخش ہو۔“ [بخاری: ۴۶۷۷، ۴۷۰۳]

..... نیز فرمایا:

﴿وَمَا اتَّكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

”اور جو کچھ تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔“ [الحشر: ۷]

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان شرعی حجت اور واجب الاتباع ہے۔

..... اسی طرح یہ حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لعن الله الواشحات والموتشحات، والمتفلمات للحسن، والمغيرات خلق الله»

”اللہ تعالیٰ نے گودنے والی اور گدوانے والی، خوبصورتی کیلئے چہرے کے بال اکھاڑنے والی اور دانتوں کو جدا کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے جو اس کی خلقت کو بدلتی ہیں۔“

یہ حدیث بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی، جسے ام یعقوب کہا جاتا تھا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت بھیجی ہے؟

انہوں نے کہا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی اور جس پر اللہ کی کتاب میں بھی لعنت بھیجی گئی ہے؟

ام یعقوب نے کہا: میں نے پورا قرآن مجید پڑھا والا ہے لیکن مجھے تو وہ بات نہیں ملی جو آپ نے کہی ہے۔

[باقی صفحہ ۲۷ پر]

جہاد کی تیاری کے سلسلے میں قرآن کا حکم

(ایک عبرت آموز واقعہ)

حافظ عمران احمد شیخ

کے ہر فرد کے لیے ہے۔

نیز نبی اکرم ﷺ کے فرمان اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق یہ کوئی جزوقتی فریضہ نہیں بلکہ عمر بھر کے لیے یہ حکم جاری و ساری ہے۔ چنانچہ اپنے دفاع کے لیے اسلحہ و دیگر ساز و سامان جمع رکھنا، جنگی مہارت حاصل کرنا اور حسب ضرورت و موقع ان صلاحیتوں اور وسائل سے فائدہ اٹھانا، انھیں بروئے کار لانا ضروری ہے اور یہ دین و ایمان باللہ کا لازمی تقاضا ہے۔ جب کہ اسے سیکھنے کے بعد راہ ترک اختیار کرنا مزید پکڑ کا موجب ہے۔

المیہ یہ ہے کہ امت مسلمہ تو بحیثیت مجموعی اس نہایت اہم حکم کو پس پشت ڈالے ہوئے ہے جب کہ کفار اس معاملے میں بہت تاک ہیں۔ بلکہ وہ تو اس سلسلے میں سیرۃ نبویہ اور اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے لیے ایک عبرت آموز واقعہ پیش خدمت ہے۔

”یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے عربوں اور اسرائیل کے درمیان جنگ چھڑنے کو تھی۔ ایسے میں ایک امریکی سینئر ایک اہم کام کے سلسلے میں اسرائیل آیا وہ اسلحہ کمپنی کا سربراہ تھا اسے فوراً اسرائیل کی وزیراعظم ”گولڈہ مائیر“ کے پاس لے جایا گیا۔ گولڈہ مائیر نے ایک گھریلو عورت کی مانند سینئر کا استقبال کیا اور اسے اپنے کچن میں لے گئی۔ یہاں اس نے امریکی سینئر کو ایک چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل کے پاس کرسی پر بیٹھا کر چولہے پر چائے کے لیے پانی رکھ دیا اور خود بھی وہیں آ بیٹھی۔ اس کے ساتھ اس نے طیاروں، میزائلوں اور توپوں کا سودا شروع کر دیا۔ ابھی بھاؤ تاؤ جاری تھا کہ اسے چائے پکنے کی خوشبو آئی، وہ خاموشی سے اٹھی

بسم الله الرحمن الرحيم

جہاد کی طرح جہاد کی تیاری بھی ایک مستقل فریضہ ہے، جہاد ترک کرنے پر علیحدہ اور اس کی تیاری نہ کرنے پر علیحدہ گناہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ [الانفال: ۶۰]

”اور تم ان (دشمنوں) کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق قوت تیار کر رکھو“

رسول اکرم ﷺ قرآن کریم کے اس حکم پر ہمیں اس طرح عمل کرتے دکھائی دیتے ہیں بخاری شریف کی کتاب الجہاد میں حدیث ہے کہ

«مان ينفق على اهله نفقة سنة ثم يجعل مابقي

في السلاح والكرك عدة في سبيل الله»

”نبی اکرم ﷺ سال میں سے اپنی ازواج کا سالانہ خرچ نکال لیتے اور باقی رقم ہتھیار، جانور اور دیگر جنگی سامان حاصل کرنے میں خرچ فرما دیتے۔“

مسلم شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من علم الرمي ثم تركه فليس منا» او «قد

عصى»

”جو شخص تیراندازی (اسلحہ چلانا) سیکھنے کے بعد چھوڑ دے وہ

ہم میں سے نہیں، یا فرمایا اس نے گناہ کیا۔“

قرآن کریم کا یہ حکم ”ما استطعتم“ دشمن کے مقابلہ میں حسب استطاعت تیاری کرو کسی ملک کی افواج کے لیے خاص نہیں، بلکہ امت

گولڈہ مائیر نے جو جواب دیا وہ چونکا دینے والا تھا، وہ بولی میں نے یہ استدلال اپنے دشمنوں (مسلمانوں) کے نبی (محمدؐ) سے لیا تھا۔ میں جب طالبہ تھی تو مذاہب کا موازنہ میرا پسندیدہ موضوع تھا۔ انہی دنوں میں نے محمد ﷺ کی سوانح حیات پڑھی، اس کتاب کے مصنف نے ایک جگہ لکھا تھا کہ جب محمد ﷺ کا وصال ہوا تھا تو ان کے گھر میں اتنی رقم نہیں تھی کہ چراغ جلانے کے لیے تیل خریدا جاسکے۔ لہذا ان کی اہلیہ حضرت عائشہؓ نے ان کی زرہ بکتر رہن رکھ کر تیل خریدا لیکن اس وقت بھی محمدؐ کے حجرے کی دیواروں پر نو تلواریں لٹک رہی تھیں۔ میں نے جب یہ واقعہ پڑھا تو میں نے سوچا کہ دنیا میں کتنے لوگ ہوں گے لیکن مسلمان آدمی دنیا کے فاتح ہیں، یہ بات پوری دنیا جانتی ہے۔ لہذا میں نے فیصلہ کیا اگر مجھے اور میری قوم کو برسوں بھوکا رہنا پڑے، پختہ مکانوں کی بجائے خیموں میں زندگی بسر کرنی پڑے، تو بھی اسلحہ خریدیں گے، خود کو مضبوط ثابت کریں گے، اور فاتح کا اعزاز پائیں گے۔“

گولڈہ مائیر کا انٹرویو کرنے والے نے مزید کہا:

”میں نے اس واقعے کے بعد جب تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو میں عرب بدوؤں کی جنگی حکمت عملیاں دیکھ کر حیران رہ گیا، مجھے معلوم ہوا کہ وہ طارق بن زیاد جس نے جبرالٹر (جبل الطارق) کے راستے اسپین فتح کیا۔ اس کی فوج کے آدھے سے زیادہ مجاہدوں کے پاس پورا لباس نہیں تھا، وہ بہتر بہتر (۷۲) گھنٹے ایک چھاگل پانی اور سوکھی روٹی کے چند ٹکڑوں پر گزارا کرتے تھے۔ یہ وہ مواقع تھا جب گولڈہ مائیر کا انٹرویو نگار قائل ہو گیا کہ ”تاریخ فتوحات گنتی ہے، دسترخوان پر پڑے انڈے، جیم، مکھن نہیں۔“

گولڈہ مائیر کے انٹرویو نگار کا جب اپنا انٹرویو کتابی شکل میں شائع ہوا تب دنیا اس ساری داستان سے آگاہ ہوئی۔ یہ حیرت انگیز واقعہ تاریخ کے درپچوں سے جھانک کر مسلمانان عالم کو جھنجھوڑ رہا ہے، بیداری کا درس دے رہا ہے، ہمیں سمجھا رہا ہے کہ ادھر کی عباؤں اور پھٹے جوتوں والے گلہ بان چودہ سو برس قبل کس طرح جہاں بان بن گئے؟ ان کی نگلی تلوار

اور چائے دو پیالیوں میں اینڈیلی ایک پیالی سینٹر کے سامنے رکھ دی اور دوسری گیٹ پر کھڑے امریکی گارڈ کو تھما دی۔ پھر دوبارہ میز پر آ بیٹھی اور امریکی سینٹر سے محو کلام ہو گئی۔ چند لمحوں کی گفت و شنید اور بھاؤ تاؤ کے بعد شرائط طے پا گئیں۔ اس دوران گولڈہ مائیر اٹھی، پیالیاں سمیٹیں اور انہیں دھو کر واپس سینٹر کی طرف پلٹی اور بولی ”مجھے یہ سودا منظور ہے آپ تحریری معاہدے کے لیے اپنا سیکرٹری میرے سیکرٹری کے پاس بھجوا دیجیے۔“

یاد رہے کہ اسرائیل اس وقت اقتصادی بحران کا شکار تھا مگر گولڈہ مائیر نے کتنی ”سادگی“ سے اسرائیل کی تاریخ میں اسلحے کی خریداری کا اتنا بڑا سودا کر ڈالا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود اسرائیلی کابینہ نے اس بھاری سودے کو رد کر دیا۔ اس کا موقف تھا، اس خریداری کے بعد اسرائیلی قوم کو برسوں تک دن میں ایک وقت کھانے پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

گولڈہ مائیر نے ارکان کابینہ کا موقف سنا اور کہا ”آپ کا خدشہ درست ہے لیکن اگر ہم یہ جنگ جیت گئے اور ہم نے عربوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا تو تاریخ ہمیں فاتح قرار دے گی اور جب تاریخ کسی کو فاتح قرار دیتی ہے تو وہ بھول جاتی ہے کہ جنگ کے دوران فاتح قوم نے کتنے انڈے کھائے تھے اور روزانہ کتنی بار کھانا کھایا تھا۔ اس کے دسترخوان پر شہد، مکھن، جیم تھا یا نہیں اور ان کے جوتوں میں کتنے سوراخ تھے یا ان کی تلواروں کے نیام پھٹے پرانے تھے۔ فاتح صرف فاتح ہوتا ہے۔“

گولڈہ مائیر کی دلیل میں وزن تھا، لہذا اسرائیلی کابینہ کو اس سودے کی منظوری دینا پڑی، آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ گولڈہ مائیر کا اقدام درست تھا اور پھر دنیا نے دیکھا، اسی اسلحے اور جہازوں سے یہودی عربوں کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ جنگ ہوئی اور عرب ایک بوڑھی عورت سے شرمناک شکست کھا گئے۔

جنگ کے ایک عرصہ بعد واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے نے گولڈہ مائیر کا انٹرویو لیا اور سوال کیا۔ ”امریکی اسلحہ خریدنے کے لیے آپ کے ذہن میں جو دلیل تھی، وہ فوراً آپ کے ذہن میں آئی تھی، یا پہلے سے حکمت عملی تیار کر رکھی تھی؟“

نے کس طرح چار ہر اعظم فتح کر لیے؟

اگر پُر شکوہ محلات، عالی شان باغات، زرق برق لباس، ریشم و کھواب سے آراستہ و پیراستہ آرام گاہیں، سونے، چاندی ہیرے اور جواہرات سے بھری تجوریاں، خوش ذائقہ کھانوں کے انبار، کھنکھناتے سکوں کی جھنکار ہمیں بچا سکتی تو تاتاریوں کی ٹڈی دل افواج بغداد کو کبھی نہ روندتی۔

معتصم باللہ اہنی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا، چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کے سامنے کھڑا تھا۔ کھانے کا وقت آیا تو ہلاکو خان نے خود سادہ برتن میں کھانا کھایا اور خلیفہ کے سامنے سونے کی طشتریوں میں ہیرے اور جواہرات رکھ دیئے، پھر معتصم باللہ سے کہا: ”جو سونا چاندی تم جمع کرتے تھے اسے کھاؤ!“

بغداد کا تاجدار بے چارگی و بے بسی و بے کسی کی تصویر بنا کھڑا تھا بولا ”میں سونا کیسے کھاؤں؟“

ہلاکو خان نے فوراً کہا ”تم نے یہ سونا چاندی جمع کیوں کیا تھا؟“ وہ مسلمان جسے اس کا دین ہتھیار بنانے اور گھوڑے پالنے کی ترغیب دیتا تھا، کچھ جواب نہ دے سکا۔ ہلاکو خان نے نظریں گھما کر محل کی جالیاں اور مضبوط دروازے دیکھے اور سوال کیا:

”تم نے ان جالیوں کو پگھلا کر اہنی تیر کیوں نہ بنائے؟ تم نے یہ جواہرات جمع کرنے کے بجائے اپنے سپاہیوں کو یہ رقم کیوں نہ دی تاکہ وہ جانبازی اور دلیری سے میری افواج کا مقابلہ کرتے۔“

خلیفہ نے تاسف سے جواب دیا ”اللہ کی یہی مرضی تھی“ ہلاکو خان نے کڑک دار لہجے میں کہا ”پھر جو تمہارے ساتھ ہونے والا ہے وہ بھی خدا کی مرضی ہوگی۔“

پھر ہلاکو خان نے معتصم باللہ کو مخصوص لبادے میں لپیٹ کر گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند ڈالا، بغداد کو قبرستان بنا ڈالا۔

تاریخ فتوحات گنتی ہے محل، لباس، ہیرے، جواہرات، لذیذ کھانے اور زیورات نہیں۔

اقبال کا یہ شعر کس قدر بر محل ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر ام کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس در باب آخر

بقیہ: امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ بات ضرور مل جاتی، کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ﴿وَمَا اتَّكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوا وَمَا نَهَكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ ”پیغمبر تمہیں جس بات کا حکم دیں تم اس پر عمل کرو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ؟“ ام یعقوب نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: بس اللہ کے رسول ﷺ نے ان کاموں سے منع کر دیا ہے۔

ام یعقوب نے کہا: آپ کی بیوی تو یہ کام کرتی ہے! انہوں نے کہا: جا کر دیکھو تو؟ چنانچہ وہ گئیں تو انہیں ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ ایسا کام کرتی تو میں اُس کے قریب تک نہ جاتا۔ [بخاری: ۲۸۸۶، مسلم: ۲۱۲۵]

***** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كل امتي يدخلون الجنة الا من ابى، قالوا:

يا رسول الله، ومن يابى؟ قال: من اطاعني دخل

الجنة، ومن عصاني فقد ابى»

”میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہونگے سوائے

اس کے جس نے انکار کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ انکار کون کرتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس

نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری

نافرمانی کی اس نے گویا انکار کر دیا۔“ [بخاری: ۷۲۸۰]

یک سالہ جمہوریت کے برگ و بار

محمد سلیم چنیوٹی

وطن عزیز کی اب تک کی تاریخ یہی ہے کہ عوام کا لانعام جسے بھی اپنا لیڈر قرار دیتے ہیں وہی عوام کو دھوکے میں رکھتا رہا ہے۔ یہ دھوکہ آج سے نہیں کیا جا رہا بلکہ قیام پاکستان کی تاریخ سے یہی کچھ سنتے آئے ہیں اور یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے سیاست دان ہمیشہ مفاداتی سیاست کرتے آئے ہیں اور اس وقت بھی ان سیاست دانوں کا مفاد محض حصول اقتدار ہے تو شاید غلط نہ ہو۔ اور وہ بھی امریکی آشیر باد کی طفیل۔

گزشتہ دنوں ایک بڑا بحران ۲۵ فروری کو پیدا کر دیا گیا۔ جب میاں برادران کو نا اہل قرار دیا گیا اور اس کے نتیجے میں میاں شہباز شریف کی پنجاب حکومت پر صدارتی کندی بھی چل گیا۔ جس کو جمہوری روایات میں بددیانتی روایت قرار دینے سے حکم رانوں کو بدذائقہ نہ ہونا چاہیے۔ ملکی معیشت جو ایک طویل عرصے سے پہلے ہی سست رو تھی۔ بیرونی سرمایہ کاری میں روز بہ روز کمی ہو رہی تھی۔

۱۲۔ اکتوبر ۹۹ء میں جب نواز حکومت ختم کر کے خلائی احکامات جاری ہوئے تو اسے مارشل لاء سے تعبیر کیا گیا۔ کیوں کہ خانہ بدویوں نے ۱۹۷۳ء کا آئین معطل کر دیا تھا، اس طرح معیشت کا پہیہ جام ہونے اور بیرونی سرمایہ کاری ناگہانی نقطہ انجماد کو چھونے لگی تھی۔ جب صلیبی جنگ امریکی اور یہودی تدبیر سے شروع کی گئی تھی جنگ نے اپنا دائرہ وسیع کیا تو بنیاد پرست قرار دے کر کئی افراد کو اغوا کر کے غیر ممالک کے ہاتھوں بیچ دیا اور دام وصول کر کے ان مجبوروں کو بدنام زمانہ جیل (گوانتا نامو بے) جزائر کیوبا میں نظر بند کر دیا گیا۔ بے شمار لوگ گھروں سے اٹھا کر نامعلوم مقامات پر گم کر دیے گئے۔ محض ڈالروں کے عوض مسلم عوام کو

۱۸۔ فروری ۲۰۰۸ء کے انتخابات کے بعد بے چاری جمہوریت ابھی ریگ ہی رہی تھی کہ اسے مزید زخمی اس طرح کر دیا گیا ہے کہ یہ اب پھر مکمل اپنا جی ہو گئی ہے۔ پاکستان کی مسند اقتدار یوں تو ہمیشہ لڑکھڑاتی رہی، اقتدار کی چھینا چھٹی اکثر ہوتی رہی۔ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے داؤ بیچ ہمیشہ سے استعمال ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ باسٹھ سالہ ملکی تاریخ میں بڑے بڑے بحران آتے رہے اور اللہ نہ کرے مزید بحران آئیں۔ دل دردمند رکھنے والے تو فقط دعائی کر سکتے ہیں۔

اہل پاکستان مشرف کے بے شرف دور کی بے برکتی میں دس برس پہلے..... زیادہ..... جکڑے رہے۔ اس دور میں یہودی شدہ دماغوں کی مسلط کردہ نام نہاد دہشت گردی کی صلیبی جنگ نے جس طرح امت مسلمہ کو بے حال کر دیا ہے وہ تاریخ عالم کا ایک المناک باب بن چکا ہے۔

ایوان صدر نے سترھویں ترمیم کے کندھوں کے جب سے سہارے لیے ہیں اُس وقت سے وہاں سے نامسعود اور غیر مربوط فیصلے ہی آتے رہے ہیں۔

۱۸۔ فروری ۲۰۰۸ء کے انتخابات کے نتیجے میں جس طرح ملک کی دو بڑی جماعتیں کامیاب ہو کر منظر پر ابھری تھیں چاہیے تو یہ تھا کہ اقتدار کو اسی طرح بقدر حق و انصاف استعمال کرتیں، اقتدار کا مینڈیٹ عوام نے جس کو جس قدر دیا وہ اسی پر اکتفا کرتا اور خدمت وطن و عوام سے اپنا مستقبل روشن کرتا۔ کیوں کہ اقتدار کا مالک تو محض اللہ کریم ہی ہے۔ مگر حکم ران اللہ تعالیٰ کے احکامات کب مانتے اور کب اس کی مخلوق کی خدمت کو اپنا مقصد بناتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

صلیبیوں کے قبضے میں دے دیا گیا۔

ان گمشدہ افراد کی بازیابی کے لیے جب اعلیٰ عدالت (سپریم کورٹ) کے چیف نے استعمال کیا اور بعض افراد بازیاب کرائے بھی، تو ان کا یہ جرم ناقابل معافی ٹھہرا۔ اسی طرح اسٹیل کارپوریشن میں بدعنوانیوں پر قانون حرکت میں آیا۔ تو جناب چیف جسٹس کو غیر فعال کر دیا گیا۔ تازہ صورت حال یہ ہے کہ ایامِ معطلی سے تادم تحریر دکلاء کی یہ تحریک مختلف ادوار سے گزر کر ایک بڑے معرکے یعنی ”دھرنے“ کی طرف گامزن ہے۔ اور حکومت کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

پنجاب میں شہباز کی حکومت جس انداز، جن حالات میں چل رہی تھی اس کو جب بیک جنبش قلم ختم کر دیا گیا تو عوامی غصہ اور احتجاج ایک فطری عمل تھا۔ بعض شری پسندوں نے اس احتجاج کی آڑ میں اخباری اطلاعات کے مطابق توڑ پھوڑ کی، آگ لگا کر قومی املاک کو نقصان پہنچانے کی غلط حرکت بھی کی۔ راولپنڈی میں بھی اسی طرح احتجاجی مظاہرے کے دوران بے نظیر بھٹو کی جائے قتل پر بنائی گئی دیوار اور تختی کو جب توڑ پھوڑ کر کے نشان مٹانے کی کوشش ہوئی تو اس پر پیپلز پارٹی نے بھی احتجاجی مظاہرے شروع کر دیے۔

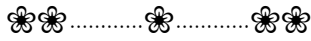
اب اس جمہوریت کی نحوست دیکھیں کہ چند دن قبل ایک ساتھ چلنے والے سیاست دان جو مشرف دور کو آمریت قرار دے رہے تھے اور اسمبلیوں میں اکثریت کے ساتھ آ کر حکومتیں بنانے والے کس طرح گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ پنجاب میں گورنر راج کا نفاذ صدارتی فرمان سے کر دیا گیا ہے۔ جس کو تقریباً پورے پنجاب کے عوام کے علاوہ پورے ملک کی اکثریت نے غلط قرار دیا ہے۔

جہاں میاں برادران کی نااہلیت کے فیصلے سے (ن) لیگ میں اضطراب پیدا ہوا ہے اسی طرح مسٹر زرداری کے صدارتی فرمان سے پیپلز پارٹی کے سرکردہ رہنماؤں اور پرانے ورکروں نے بھی برا منایا ہے۔ اخبارات کی خبروں اور تجزیوں سے یہ بات اب دھکی چھپی نہیں رہی کہ پیپلز پارٹی بھی تقسیم ہو رہی ہے۔ ملکی فضا مختلف قسم کے کمزور

بنیادوں کے فیصلوں کی زد میں ہے افسوس ہے کہ ان کی وجہ سے خطرناک بحروں میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ کسی طرح بھی ہمارے وطن کے لیے مفید نہیں۔

نااہلیت کے کیس کو امریکا و ہندوستان کی حکومتوں نے شاطرانہ انداز میں پاکستان کا اندرونی معاملہ قرار دے کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے مگر جب کوئی اسلامی قوانین کے نفاذ یا مسئلہ کشمیر کی بات کرتا ہے تو ان ”انصاف پسندوں“ کے تن میں بجلیاں کوندنے لگتی ہیں اور ان کے دماغوں کے دریچوں میں طوفان آ جاتا ہے اور فوراً اپنا منفی رد عمل ظاہر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا یہ معاملہ پاکستان کا اندرونی نہیں ہوتا۔

گزشتہ دنوں سوات و دیگر علاقوں میں امن وامان کے لیے اور وہاں کے عوام کے دیرینہ مطالبے کے مطابق نظامِ عدل کے نفاذ کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں تو دنیا کے ان ”منصفوں“ ہی کی طرف سے پاکستان پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ اور شرعی قوانین کی منسوخی کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ امریکا و بھارت نفاذِ نظامِ عدل کو بھی پاکستان کا اندرونی مسئلہ قرار دے دیتے یا چپ رہتے۔

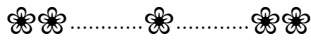


تبلیغی کانفرنسیں

①..... مرکزی جامع مسجد اہل حدیث گکو منڈی ضلع وہاڑی میں سیرت النبی ﷺ کا نفرنس ۲۲ مارچ بروز اتوار منعقد ہوگی۔

مولانا احمد علی سیف سرپرستی کریں گے، حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری، مولانا عبدالعزیز راشد، قاری عبدالرحیم کلیم کا خطاب ہوگا۔ [حافظ ابوبکر بن مولانا عطاء اللہ طارق مرحوم]

②..... جامع مسجد اہل حدیث اسلام نگر نزد شاہ کوٹ ضلع ننکانہ میں سیرتِ مصطفیٰ کا نفرنس ۲۳ مارچ بروز منگل منعقد ہوگی۔ مولانا عبدالعزیز راشد، مولانا عبدالرشید جازی صاحبان کا خطاب ہوگا۔ [محمد سرور شفیق]



①.....الحاج حافظ عبدالرحیم امرتسری رحمہ اللہ

②.....چودھری علی ارشد فیصل آبادی رحمہ اللہ

حافظ سید فیض الرحمن شاہ

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

اللہ کی خصوصی رحمت سے آپ کو بیت اللہ کے اندر نوافل پڑھنے کا اعزاز کئی مرتبہ حاصل ہوا۔ عرصہ دراز سے باب بلال پر تشریف فرما ہوتے۔ حاجیوں کی رہنمائی فرماتے اور وعظ و نصیحت بھی فرماتے۔ آپ کو قرآن مجید کی ۱۱۴ سورتوں کے شان نزول اس طرح ازبر تھے جیسے بچوں کو سورہ اخلاص ازبر ہوتی ہے۔ ہر بات قرآن وحدیث کے مطابق کرتے۔ یہ دین سے محبت ہی تھی کہ پانچ بیٹوں میں سے تین کو اللہ کے قرآن کا حافظ بنادیا۔ آپ کے پانچ بیٹے تھے: حافظ عبدالوحید، حافظ منیر احمد، حافظ احمد نعیم اور سلیم صاحب۔ ان میں سے حافظ عبدالوحید اور نعیم صاحب آپ کی زندگی میں وفات پا گئے۔ یہ اعزاز بھی اللہ نے آپ کو عطا فرمایا کہ مسجد نبوی کے مینار کے اوپر جو موجودہ ڈیزائن ہے آپ ہی کی توجہ دلانے پر تبدیل شدہ ہے۔ آپ کو بارہا مرتبہ بیت اللہ شریف کے غسل کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ آپ کے سگواران میں تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ اللہ انھیں صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

آپ عرصہ دراز کے بعد ۴ فروری ۲۰۰۹ء کو پاکستان اپنے عزیزوں سے ملنے تشریف لائے اور واپس نہ جاسکے اور ۲۳ فروری ۲۰۰۹ء کی صبح تقریباً ۱۰ بجے اس جہان فانی سے رخصت فرما کر اپنے مالک کے حضور پیش ہو گئے۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ

ان کی نماز جنازہ جامع القدس لاہور میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ بے شمار اہل علم اور طلباء واساتذہ کے علاوہ عزیز واقارب نے جنازے میں شرکت فرمائی۔

[حافظ سید فیض الرحمن شاہ، 19/23 بلاک، سرگودھا]

①.....الحاج حافظ عبدالرحیم امرتسری رحمہ اللہ کی وفات

حافظ عبدالرحیم امرتسری رحمہ اللہ کی شخصیت جماعتی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ عرصہ دراز سے جامع مسجد قدس اہل حدیث چوک والگراں لاہور کے مؤذن، صف اوّل کے نمازی اور معاون خصوصی تھے اور گزشتہ پچاس سال سے حاجیوں کی رہنمائی کے سلسلے میں بیت اللہ شریف میں مقیم تھے۔ جب کبھی پاکستان تشریف لاتے تو اپنی سابقہ ڈیوٹی (اذان) اس پیرانہ سالی میں بھی سنبھال لیتے۔ انھیں قرآن مجید سے انتہا درجے کی محبت تھی اور یہ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ شادی کے بعد اللہ کی کتاب قرآن کریم کو اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا۔ باقاعدہ طور پر کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل تو نہ تھے۔ خالصتاً کاروباری ہونے کے باوجود دین سے انتہا درجے کی محبت تھی۔

آپ نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ جیسے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ بزرگوں خصوصاً علمائے اہل حدیث کی خدمت تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ علمائے اہل حدیث میں سے شاید ہی کوئی عالم ایسا ہو جس کی ضیافت سے حافظ صاحب محروم رہے ہوں۔ محترم انجم وحید سب ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت جو حافظ صاحب مرحوم کے پوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہمارے دادا جی نے بیت اللہ شریف کے غلاف کے اوپر جو کنڈے لگتے ہیں ایک دفعہ خود امرتسر سے بنا کر لائے اور وہ کنڈے عرصہ دراز تک لگے رہے۔ بعد ازاں اُن کنڈوں کو اتار کر سونے کے کنڈے لگائے گئے۔ مزید انھوں نے بتلایا کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی معیت میں جب حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے تو اپنے ساتھ ایک جزیئر کے پارٹس بھی لے گئے اور وہاں جاکر اُن کو جوڑا اور پہلی دفعہ بیت اللہ میں روشنی کا اس انداز سے آغا فرمایا۔

②.....چودھری علی ارشد فیصل آبادی کی وفات

علی ارشد چودھری، علمی و ادبی حلقوں کی معروف شخصیت تھے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ جو ”بیت الکتاب“ کے نام سے موسوم تھا ہزاروں علمی، ادبی، اصلاحی، تاریخی، سوانحی اور حدیث و تفاسیر کی کتب پر مشتمل تھا۔ جس طرح ان کی شخصیت منفرد تھی اسی طرح ان کا کتب خانہ بھی نادر و نایاب کتب کے حوالے سے انفرادیت کا پہلو لیے ہوئے تھا۔ کتابیں جمع کرنا اور انھیں اہل ذوق کو مطالعے کے لیے دینا ان کا من پسند مشغلہ تھا۔

فیصل آباد میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر ز اور ایم فل کی ڈگریاں حاصل کرنے والے اکثر حضرات علی ارشد صاحب کے کتب خانہ سے فیض یافتہ ہیں۔ کتابوں کے حصول کے لیے انھوں نے وطن عزیز کے دور دراز علاقوں کے سفر کیے بلکہ اس سلسلے میں وہ تین بار ہندوستان بھی گئے اور نادر کتب کا ذخیرہ خرید کر لائے۔ گزشتہ ۳۵ سال سے وہ کتابیں جمع کرنے میں مصروف تھے۔

ان کے دوستانہ مراسم ہر مکتب فتنی کے لوگوں سے تھے۔ علمائے اہل حدیث سے انھیں بے پناہ شیفتگی تھی۔ وہ علمائے کرام اور اصحاب علم کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے اور ان کو اپنی گاڑی میں دور دراز کے علاقوں میں لے جاتے۔

علی ارشد صاحب اپنے حسن اخلاق، دلاویز شخصیت، مہمان نوازی، کتاب دوستی اور دینی و علمی ذوق سے دوسروں کو متاثر کر دیتے تھے۔ میرے ان سے دوستانہ مراسم ۱۹۹۸ء سے قائم تھے۔ ان کے ساتھ سفر کیے، بہت سی علمی شخصیتوں سے ملے، لاہور میں ان کی ہمراہی میں الاعتصام کی لائبریری دیکھی، پروفیسر عبد الجبار شاکر صاحب کا ”بیت الحکمت“ دیکھا، اور بھی بہت سی لائبریریوں کی سیر کی۔

مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب سے ان کے نہایت دوستانہ مراسم تھے۔ بھٹی صاحب جب بھی فیصل آباد تشریف لاتے تو علی ارشد صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔ ارشد صاحب فون کر کے راقم کو بھی اپنے ہاں بلا لیا کرتے اور پھر رات دیر تک خوب مجلس بھی تھی۔

بھٹی صاحب علمی و تاریخی گفتگو کرتے، لطائف و ظرائف بیان کرتے اور علی ارشد صاحب بھی اس مجلس میں اپنی شیرینی گفتار سے محظوظ کرتے۔ دوستوں کو گاہے گاہے اپنے گھر بلا لیتے اور پر تکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے۔ دوستوں کی غمی خوشی میں شریک ہوتے۔ کتابیں خرید کر دوسروں کو مطالعے کے لیے دینا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ ارشد صاحب میں یہ وصف تھا کہ وہ نایاب سے نایاب کتب بھی بلا تکلف دوستوں کو دے دیتے۔

وہ ۲۹ جون ۱۹۵۴ء کو فیصل آباد کے نواحی قصبے چک نمبر ۱۱ دھنولہ میں چودھری عبدالرحیم کے گھر پیدا ہوئے۔ ایف۔ اے تک عصری تعلیم حاصل کی۔ لڑکپن سے ہی کتابیں پڑھنا اور جمع کرنا شروع کر دیں اور اسی شوق میں تمام عمر لگا دی۔ وہ ایک متمول اور کھاتے پیتے زمین دار گھرانے کے فرد تھے۔ تمام عمر کاروباری مصروفیات سے آزاد رہے۔ ازراہ مزاح فرمایا کرتے تھے کہ ”میرے ہاتھ میں کام کی لکیر ہے ہی نہیں۔“

انھوں نے مختلف ادوار میں اہل حدیث رسائل میں مولانا عبدالواحد لائل پوری، حکیم نور الدین لائل پوری، مولانا محمد اسحاق بھٹی اور ڈاکٹر شیر بہادر خاں پر بڑے معلوماتی مضامین لکھے۔ ارشد صاحب کا ایک مضمون جو کہ داؤدی بوہرہ فرقے سے متعلق تھا صدیقی ٹرسٹ کراچی کی طرف سے کتابی صورت میں شائع ہوا تھا۔

علی ارشد صاحب ایک عرصے سے دل اور شوگر کے عارضے میں مبتلا تھے۔ لیکن انھوں نے کبھی بیماری کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔ اپنے آپ کو خوش رکھتے اور اپنے ادبی اور کتابوں کے ذوق کی تسکین کے لیے دوسرے شہروں میں بھی چلے جاتے۔ ۱۱ جنوری ۲۰۰۹ء کو مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے اعزاز میں مکتبہ سلفیہ لاہور کی طرف سے ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ علی ارشد صاحب کو فون کر کے میں نے اس تقریب کے متعلق بتایا اور مولانا اسحاق بھٹی صاحب کی طرف سے ان کو اس پروگرام میں شمولیت کی دعوت دی تو وہ بڑے خوش ہوئے اور پھر اس تقریب میں شمولیت کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب، مولانا مجاہد الحسنی صاحب اور پروفیسر حبیب الرحمن صاحب کو ہمراہ لے کر اپنی گاڑی میں لاہور گئے اور واپس آ کر اس تقریب کی روئداد سنائی اور اس تقریب کے انعقاد پر حافظ احمد شاکر صاحب ناظم مکتبہ سلفیہ کی مساعی کو بڑا سراہا۔

۱۔ فروری کو صبح گیا رہ بجے وہ اپنے گھر میں کرسی پر بیٹھے تھے کہ انھیں دل کا شدید دورہ پڑا اور اس وقت ان کی روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اگلے روز صبح نوبے علی ارشد صاحب کے آبائی گاؤں دھنولہ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مولانا یوسف انور صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تدفین کے بعد قبر پر مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے دعا فرمائی۔ دعا گوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ علی ارشد صاحب کی بشری خطاؤں سے درگزر فرما کر انھیں جنت الفردوس میں ارفع مقام عطا فرمائے، آمین۔

فہرست کتب

حدود و تعزیرات

- ۲۹۷، ۳۲۶ ڈاکٹر احمد حسن
(۲۷۷) حدود و تعزیرات ص ۳۸۱ ادارہ تحقیقات اسلامی جامعہ اسلامیہ
اسلام آباد ممی ۱۹۸۲ء
۲۹۷، ۳۲۶ محمود احمد غازی
(۳۱) مسودہ قانون قصاص و دیت ص ۲۶۳ ادارہ تحقیقات اسلامی
اسلام آباد ۱۹۸۷ء
۲۹۷، ۳۲۶ ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی مترجم مولانا سید عبدالرحمن بخاری
بھ ۸۸۶ ق القصاص فی الفقہ الاسلامی ص ۳۹۰ مرکز تحقیق دیال سنگھ
ٹرسٹ لاہور لاہور
۲۹۷، ۳۲۶ ڈاکٹر تنزیل الرحمن
ت ۸۵۶ اسلامی قانون ارتداد ص ۸۵ قانونی کتب خانہ کچہری روڈ
لاہور س۔ن
۲۹۷، ۳۲۶ مفتی جمیل احمد تھانوی
ج ۵۷ ف فرضیت رجم ص ۱۶۰ کتب خانہ جمیلی ماڈل ٹاؤن لاہور
۲۹۷، ۳۲۶ محمد کاظم حبیب
ج ۲۹ ارتداد ماضی اور حال کے آئینے میں ص ۲۸۰ دار العروۃ
المصنوعة لاہور ۱۳۹۷ھ
۲۹۷، ۳۲۶ ڈاکٹر ابو عدنان سہیل
س ۹۴۰ انکار رجم ایک فکری گمراہی ص ۱۲۸ مکتبہ قدوسیہ اردو
بازار لاہور ۲۰۰۵ء
۲۹۷، ۳۲۶ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر
ع ۲۰۷ اسلام میں جرم و سزا ص ۴۰۰ البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور

- فروری ۱۹۸۲ء
۲۹۷، ۳۲۶ مولانا عمر احمد عثمانی
ع ۲۳۷ رجم اصل حد ہے یا تعزیر؟ ص ۵۵ ادارہ فکر اسلامی کا شانہ
حفیظ کراچی اکتوبر ۱۹۸۱ء
۲۹۷، ۳۲۶ محمد خان ناصر
ع ۲۹۷، ۳۲۶ حدود و تعزیرات چند اہم مباحث ص ۳۶۵ المورد
۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور جولائی ۲۰۰۸ء
۲۹۷، ۳۲۶ عبدالسلام بن محمد
ع ۳۸ ج چوری کے متعلق قانون الہی اور قانون حنفی ص ۸۰ مکتبہ
محمد سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ ممی ۱۹۸۶ء
۲۹۷، ۳۲۶ جاوید احمد الغامدی
غ ۱۶۳ ام میزان (حصہ اول) ص ۲۳۲ دارالاشراق نیوگارڈن ٹاؤن
لاہور ممی ۱۹۸۰ء
۲۹۷، ۳۲۶ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ انسداد زنا کاری کے لیے اسلام کی حفاظتی تدابیر ص ۷۰ مکتبہ
کتاب و سنت سیالکوٹ مارچ ۲۰۰۱ء
۲۹۷، ۳۲۶ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ سود و رشوت اور بعض دیگر ناجائز ذرائع معاش ص ۱۲۸
مکتبہ کتاب و سنت سیالکوٹ مارچ ۲۰۰۱ء
۲۹۷، ۳۲۶ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ طریق الامان عن عمل الشیطان (لواطت و اغلام بازی کی حرمت
و ندمت) ص ۱۲۰ کتاب و سنت ریحان چیمہ سیالکوٹ جون
۲۰۰۰ء
۲۹۷، ۳۲۶ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ ندمت فاشی و زنا کاری ص ۱۰۸ مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ
سیالکوٹ اکتوبر ۲۰۰۰ء
۲۹۷، ۳۲۶ مرزا محمد لطیف
ل ۴۰ اسلامی قوانین کا نفاذ قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں ص ۱۲۸

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۹۷، ۳۲۶ محمد میاں صدیقی

م ۵۳۷ ق قصاص و دیت ص ۲۶۰ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
۱۴۰۲ھ

۲۹۷، ۳۲۶ سید ابوالاعلیٰ مودودی (مجموعہ ۲ کتب)

م ۷۹ ① مرتد کی سزا ص ۸۰ اسلامک پبلی کیشنز لاہور اپریل ۱۹۷۰ء

② مقام صحابہ ﷺ ابوالاعلیٰ مودودی

۲۹۷، ۳۲۶ حافظ نذر احمد

ن ۴۱ اسلام کا نظام عدل و تعزیرات ص ۱۳۷ پاک مسلم اکادمی اردو
بازار لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء

۲۹۷، ۳۲۶ سید علی رضا نقوی

ن ۷۴ ح حدود و تعزیرات و قصاص و دیت (فقہ جعفری) ادارہ
تحقیقات اسلامی اسلام آباد

۲۹۷، ۳۲۶

و ۶۲ رجم کے بارہ میں وفاقی شرعی عدالت کے مکمل فیصلے کا اردو
ترجمہ ص ۱۱۴ مکتبہ دارالعلم آپارہ اسلام آباد

۲۹۷، ۳۲۶ حافظ صلاح الدین یوسف ﷺ (مجموعہ ۵ کتب)

ی ۷۷ ح حد رجم کی شرعی حیثیت اور شہادت و مغالطات کا جائزہ ص
۸۸ دارالعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

① - اسلامی خلفاء و ملوک اور تاریخ اسلام سے متعلق چند غلط

فہمیوں کا ازالہ - حافظ صلاح الدین یوسف

③ - اہل حدیث اور اہل تقلید حافظ صلاح الدین یوسف

④ - ماہ محرم اور موجودہ مسلمان - حافظ صلاح الدین یوسف

⑤ - عید الاضحیٰ کی حقیقت اور احکام و مسائل - حافظ صلاح الدین یوسف

۲۹۷، ۳۲۶ شیخ جلال الدین تھانوی مترجم سید سعید اشرف ندوی
ج ۲۹ ت تحقیق آراضی ہند ص ۷۲ دائرہ معین العارف کراچی

۱۹۶۳ء

۲۹۷، ۳۲۶ عبدالصمد رحمانی

۱۴۱۲ھ ہندوستان اور مسئلہ امارت ص ۱۲۸ دارالاشاعت امارت

شرعیہ پھلواری

۲۹۷، ۳۲۶ محمد علی جان باز ڈاکٹر

ج ۲۰۵ ر رزق حلال اور رشوت ص ۹۳ ادارہ جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ
سیالکوٹ ۲۰۰۵ء

۲۹۷، ۳۲۶ عبدالرحمن ناصر سعدی مترجم سیف الرحمن الفلاح

س ۹۶ ت تمباکو نوشی کی حرمت کے متعلق علماء کرام کے فتاوے ص

۳۲ مرکز اسلامیہ صدر پورہ اوکاڑہ

۲۹۷، ۳۲۶ مفتی محمد شفیع صاحب (مجموعہ ۳ کتب)

ش ۵۸ ر آلہ مکبرات الصوت (لاؤڈ اسپیکر کے) شرعی احکام ص
۶۸ ادارہ المعارف کراچی

② - مسئلہ سود مولانا محمد شفیع صاحب

③ - التبیین الحلال فی ثبوت حرمة الربو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

۲۹۷، ۳۲۶ الشیخ عثمان بن عبدالقادر الصاخی مترجم ابو عبد اللہ ریاض شیخ

ص ۲۶۰ ح حرمت شراب ایک شبہ کا ازالہ ص ۴۸ پاک مسلم اکادمی

اردو بازار لاہور

۲۹۷، ۳۲۶ شیخ عبد اللہ عبد الحسین الطریقی مترجم مولانا نصیر احمد پبلی

ط ۷۷ ر رشوت شریعت اسلامیہ میں ایک عظیم جرم ص ۳۲۰

الدار السلفیہ بھنڈی بازار بمبئی ۱۹۸۳ء

⑤ - فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور ۱۹۸۸ء

۲۹۷، ۳۲۶ محمد مسعود عبده

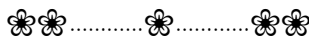
ع ۷۷ س ساز آواز (کا نفسیاتی تجزیہ) طاؤس و رباب ام عبد نیب
حدیث پبلی کیشنز شیش محل روڈ لاہور

۲۹۷، ۳۲۶ عبدالاعلیٰ (مجموعہ ۳ کتب)

ع ۳۳ م سائل متعلقہ حقہ و حرمت نان باؤ وغیرہ ص ۸۶ مطبع مصطفائی محمد
مصطفیٰ خان

② - تحفۃ الاخوان فی تحقیق الاخوان - محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد

③ - کنز الخیرات فی مسائل الزکوٰۃ - مولوی عبدالقادر صاحب



توحید باری تعالیٰ کے بارے میں تقریری و تحریری مقابلہ

عقیدہ توحید اعتقاد اور صرف آخرت کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ توحید نظام کائنات کی بقا کی ضامن اور شرک کائنات کے بگاڑ کا سبب ہے۔ توحید ہی دین کی ابتداء اور انتہا ہے باقی ارکان اس کے تقاضے ہیں۔ اس لیے تمام انبیاء اپنی دعوت کی ابتداء عقیدہ توحید سے کیا کرتے تھے۔ یہ جزوقتی دعوت نہیں بلکہ ہمہ وقت اور ہمہ گیر تحریک ہے۔ یہی پاکستان کی بنیاد ہے۔ وطن عزیز میں مساجد سے باہر پہلی دفعہ اس تحریک کا آغاز ہوا۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اپنی اپنی جماعتوں میں رہ کر اخلاقی، تبلیغی تعاون فرمائیں۔ توحید کا شعور اور شرک کے خلاف رائے عامہ بیدار کرنے کے لیے تقریری، تحریری مقابلے اور مذاکرے شروع کیے جا رہے ہیں۔

مقام: جامعہ محمدیہ، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ زیر صدارت: شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید صاحب بتاریخ: 18 مارچ بروز بدھ 10 بجے دن

بچ صاحبان: شیخ الحدیث قاری محمد سعید کلیری، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری، مہمان خصوصی: مولانا محمد اعظم، مولانا محمد رفیع سلفی

خصوصی خطاب: پروفیسر حافظ مطیع الرحمن چانسلر امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ کو نیز تحریک کے سوالات کے جواب دینے کے ساتھ تحریک کا مقصد بھی بیان کریں گے۔

عنوانات ① اللہ تعالیٰ کی صفت اللہ کی جامعیت اور اس کے تقاضے۔ (قرآن مجید میں لفظ اللہ تعالیٰ کی کس کس صفت کے لیے استعمال ہوا ہے) ② توحید کے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثرات۔ ③ توحید کی اہمیت و فرضیت۔ (ہندو، سکھ، عیسائیت اور بدھ مت کی نظر میں) ④ شرک کے اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات۔ ⑤ دور رسوت میں اہل مکہ، یہودی اور عیسائی شرک کی کون کون سی اقسام میں مبتلا تھے۔ ہر مقرر کو دس منٹ وقت دیا جائے گا۔

تقریری مقابلہ میں حصہ لینے کے مجاز ① گوجرانوالہ ڈویژن کے مدارس اور کالجز۔ ② شرکت کرنے والے طلبہ ایک ہفتہ پہلے تحریراً مطلع فرمائیں۔

یاد رہے تمام مسالک کے طلبہ شرکت کر سکتے ہیں۔

تحریری مقابلہ اور اس کی تاریخ: اس میں علاقہ کی کوئی قید نہ ہے۔ مندرجہ بالا مقالہ جات میں سے کسی عنوان پر مقالہ فل سائز کاغذ ۳۰ صفحات پر خوش خط مکمل حوالہ جات کے ساتھ یکم اپریل تک ہیڈ آفس جامعہ ابو ہریرہ پہنچنا چاہیے۔ انعامات تقریری مقابلہ کے مطابق ہونگے۔

دیگر مقابلے اور مذاکرے: اسلام آباد: جنوری۔ لاہور: اپریل۔ ملتان: مئی۔ بلتستان: جون۔ فیصل آباد: جولائی۔ کراچی: اگست۔ تفصیلات پروگرام کے مطابق دی جائیں گی۔ 2000 روپے کی کتب اور نقد انعامات اول انعام: 1500، دوم: 1200، سوم: 900۔

راہنما: حافظ عمران عریف بن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالعزیز صاحب مدیر جامعہ محمدیہ 0300-4624497 0333-4566379

ابو ہریرہ شریعہ کالج میں داخلہ لیجئے..... چار سال میں سند قرات، درس نظامی اور گریجویشن

حضرات اس سچائی سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ملک میں یہ پہلا ادارہ ہے جس میں 1997ء سے درس نظامی کے ساتھ لازمی ایف۔ اے، بی۔ اے کروایا جا رہا ہے۔ ابو ہریرہ شریعہ کالج کے امتیازات: ① کمائٹن نصاب تعلیم کا بانی ② تفسیر فہم القرآن، دیگر کتب کا ناشر ③ تحریک دعوت توحید کا داعی

داخلہ 25 اپریل 15 مئی میرٹ: میٹرک، ایف۔ اے: میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء داخلہ لے سکتے ہیں تاہم نفل ہونے کی صورت میں انہیں فارغ کر دیا جائے گا۔

نصاب شریعہ کالج سال اول: ترجمہ القرآن سورۃ الفاتحہ تا الاعراف، مشکوٰۃ المصابیح اول، علم النجوم، علم الصرف، البواب الصرف، دروس اللغة العربیہ (دو حصے)، تجوید القرآن، تفسیر النجوم، حفظ تیسواں پارہ (آخری نصف) فرسٹ ایئر نصاب بمطابق انٹرمیڈیٹ بورڈ لاہور۔

سال دوم: ترجمہ القرآن سورۃ الاعراف تا سورۃ النمل، مشکوٰۃ المصابیح ثانی، نجوم میر، شرح مائتہ عامل، کتاب الصرف، الطیب الخ، معلم الانشاء (دو حصے)۔ تجوید القرآن، القول السدید فی علوم التجوید، حفظ تیسواں پارہ (نصف اول) سورۃ السجدۃ، الجمعۃ، المنافقون، سیکنڈ ایئر نصاب بمطابق انٹرمیڈیٹ بورڈ لاہور۔

سال سوم: ترجمہ القرآن سورۃ النمل تا سورۃ الناس، مسلم شریف، ترمذی شریف، ہدایہ النجوم، علم الصغیر، السراجی، شرح منجیہ الفکر، تجوید القرآن: تیسیر التجوید، حفظ 29 پارہ (آخری نصف) سورۃ الحشر، تھرد ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی۔

سال چہارم: بخاری شریف، ہدایہ، الوجیز، شرح ابن عقیل، الفوز الکبیر، تجوید القرآن، حفظ 29 پارہ (نصف اول) فور تھڈ ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی

الداعی: میاں محمد عیسیٰ، کنویر تحریک دعوت توحید پاکستان ہیڈ آفس: جامعہ ابو ہریرہ کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور 0333-4566379, 42-54-17233

قرآن کیا ہے؟

(۴)

در گذار از جلوه ہائے رنگ رنگ عہد حاضر کے رنگا رنگ جلوں سے کنارہ کش ہو	خویش را در یاب از ترکِ فرنگ اور تہذیبِ فرنگ کو ترک کر کے خود کو پالے
گر ز مکرِ غریباں باشی خیر اگر تو اہل مغرب کے فریبوں سے باخبر ہو	روہی بگذار و شیری پیشہ گیر تو لومڑی کی چالیں چھوڑ کر شیری اختیار کر
چیتِ روباہی تلاشِ ساز و برگ؟ روباہی کیا ہے؟ صرف ساز و سامانِ دُنیا میں محو ہونا	شیر مولا جویدِ آزادی و مرگ؟ مگر شیر حق تو آزادی کے لیے موت کو بھی خاطر میں نہیں لاتا
جُو بقرآن ضیعی روباہی است پیرویِ قرآن کے بغیر ہر شیری روباہی ہے	فقرِ قرآن اصلِ شاہنشاہی است قرآن کا فقر ہی شاہنشاہی کی بنیاد ہے
فقرِ قرآن اختلاطِ ذکر و فکر قرآنی فکر اور ذکر کا کامل اتحاد ہے	فکر را کامل نہ دیدم جُو بذکر میں نے فکر کو ذکر کے بغیر ہرگز مکمل نہ پایا
ذکر؟ ذوق و شوق را دادن طلب ذکر کیا ہے؟ ذوق و شوق میں آدابِ الہی پیدا کرنا	کارِ جان است این نہ کارِ کام و لب یہ تو صرف زبان و لب کا کام نہیں بلکہ روح کا فعل ہے
خیزد از وے شعلہ ہائے سینہ سوز اس ذکر سے سینہ سوز شعلے اُٹھتے ہیں	بامزاج تو ہی سازد ہنوز اور تیرا مزاج ابھی اتنی حرارت کا متحمل نہیں